1

قارئین کرام سے خصوصی گزارش

کتاب ہذا "الحق مع علیؑ" میں نے موت کی تاخیر سے استفادہ کرتے ہوئے امکانی اختصار اور عجلت میں مکمل کی ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ کتابت کرنے والے حضرات بلا فیس اصلاح بھی دیتے ہیں لہٰذا اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں بھی انھوں نے اصلاح دی ہوگی یا کہیں تصحیح کے بعد بھی انھوں نے درست نہ کیا ہو۔

اس لئے بصد معذرت استدعا ہے کہ آپ خود جہاں کوئی غلطی ہو میری مجبوری (علالت) کے پیش نظر اُس کو دُرست فرمالیں۔

"مؤلف"

- نام کتاب ـــــــ "الحق مع علی"
- تصنیف ـــــــ کلیم اہلبیت حضرت شاہد حیدری
- ناشر ـــــــ (مولانا) ہادی باقری حال مقیم امریکہ (صدر ادارہ نشریات آلِ محمدؐ)
- مطبع ـــــــ اعجاز پریس حیدر آباد
- تعدادِ اشاعت ـــــــ پانچ سو
- تاریخ اشاعت ـــــــ اکٹوبر ۱۹۹۳ء
- مقام اشاعت ـــــــ "باب نجف" 22-3-358 منڈی میر عالم، حیدر آباد۔ انڈیا
- ھدیہ ـــــــ ۱۵ پندرہ روپے

انتساب

اُن کے نام جنھیں حق کی تائید کی
توفیق عطا ہوئی ۔

فقیرِ درِ علیؑ
شاہد حیدری

میں تحریفات وغیرہ کا تذکرہ پھر نبی صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی خلافت کے شرائط و مطالبات کے تحت تقریباً ۳ صفحات پر چھ ۲ شرائط اور پھر تیرہ ۱۳ صفحات پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، ان خصوصیات کے جامع شرائط پر پورے اُترتے تھے،" کے تحت نمبر وار تحریر فرمایا ہے

حضرت ابوبکر پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو کس طرح مکمل اطمنان تھا دلیل نمبر ۱ میں سفر ہجرت میں ہمراہی کا شرف۔ نمبر ۲ رحلت رسولؐ اکرم کے موقعہ پر جبکہ حضرت عمرؓ عقل کی پختگی اور دل کی مضبوطی کے باوجود اس بات کو تسلیم کرتے تیار نہیں تھے کہ رسول خدا نے اِس دنیا سے رحلت فرمائی،" حضرت ابوبکر اپنے سسرالی دیہات سے واپس مدینہ تشریف لائے اور حجرہ رسولؐ میں جاکر تصدیق فرمائی کہ بیشک رسالتمآبؐ کا سایہ اُٹھ گیا ہے تب مسجد نبوی جاکر تمام مجمع کو خاموش اور حضرت عمر کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا۔ اور آیات قرآنی سے استدلال فرماکر واضح فرما دیا کہ پیغمبر کے لیے بھی موت ہے (حضرت عمر شاید اُفرط محبت میں قرآن کی آیت بھول گئے تھے حالانکہ اُن کا تو علم قرآن کا فیلے تھا

نمبر ۳-۴ پر حضرت ابوبکر کو اسلام کا صحیح ادراک اور حقیقی فہم حاصل تھا اور دین کی اصلیت اور اسکی لبقا کے لیئے اِن کے اندر کتنی غیرت تھی کہ دین اسکی نہج پر قائم رہے اِس کا اندازہ ان کے اِس جملے

سے ہوسکتا ہے

وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور دین مکمل ہوچکا کیا میرے جیتے جی دین میں کمی کیجائے گی ؟۔ آپ نے مانعین زکوٰۃ پر سختی کر کے زکوٰۃ وصول فرمائی حالانکہ حضرت عمر نے مشورہ دیا تھا کہ ابھی ذرا نرمی سے کام لیجئے اس پر حضرت ابوبکر نے ارشاد فرمایا عمر تم حالت کفر میں بہت سخت گیر تھے اور اب بہت نرم دل ہوگئے ہو حضرت ابوبکر کا جو کردار تھا وہ انبیاء اور پیغمبروں کا کردار تھا جو انھوں نے اپنے زمانوں میں ادا کیا اور یہی نبوت کی خلافت کا حق تھا "

یہاں ہم صرف اتنا ہی کہیں گے کہ مدعی سست گواہ چست " اسلئے کہ جب حضرت ابوبکر نے خود ہی اعتراف فرمالیا ہو کہ وہ خلافت کے مستحق نہ تھے، اُن پر کبھی کبھی شیطان سوار ہوجاتا ہے لوگوں سے فرمایا تھا کہ جب میں ٹیڑھا ہو جاؤں مجھے سیدھا کر دینا اور آخر وقت یہ اعتراف فرمایا تھا۔ اَقیلونی اَقیلونی ما اَنا بخیر کم و علی فیکم مجھے خلافت سے معاف رکھو میں تم سے بہتر نہیں ہوں جبکہ علی جیسی ہستی تم میں موجود ہے "

لیکن مصنف المرتضیٰ مصر ہیں کہ حضرت ابوبکر کا انتخاب بہت ہی مناسب تھا بلکہ قدرت کا طے کردہ معاملہ تھا "

چونکہ ہم نہایت اختصار سے کتاب المرتضٰی پر تبصرہ کر رہے ہیں اِس لیے انتخاب خلافت پر مورخین کا تبصرہ لکھ دینا ہی بہتر سمجھتے ہیں بطور خاص حضرت عمر ابن خطاب کا یہ جملہ: کانت بیعۃ ابی بکر فلتۃ وقی اللہ شرھا ۔ یعنی ابوبکر کی بیعت ایک فلتہ تھی جس کے شر سے خدا نے ہمکو بچا لیا۔ (تاریخ طبری، جلد ۳ صواعق محرقہ ۲۱ مسند احمد ابن حنبل وغیرہ) مولوی وحید الزماں خاں (امام اہل سنت) نے انوار اللغات جلد ۲ ذیف ف ہی فلتہ کے معنی اِس طرح تحریر فرمائے ہیں "حضرت ابوبکر کی خلافت چھینی جھپٹی تھی اکثر اصحاب کبار سقیفہ میں موجود نہ تھے اور بنی ہاشم سے تو کوئی بھی موجود نہ تھا"، کیا اِس کے بعد بھی کچھ اور وضاحت کی ضرورت ہے: رسولوں اور انبیاء جیسا کردار رکھنے والی شخصیت کے تعلق سے خود ان کے ماننے والوں نے صاف صاف اقرار کر لیا ہے کہ یہ خلافت چھینی جھپٹی تھی تو اِسے قدرت کا طے کردہ معاملہ کہنا کہاں تک درست ہوگا۔ اب مزید تبصرہ ہم ضروری نہیں سمجھتے قارئین کرام خود ہی اپنے وسیع مطالعہ کی روشنی میں اس پر غور فرمالیں گے مصنف کتاب المرتضٰی یعنی مولوی سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب نے اپنی تصنیف میں جگہ جگہ استاد العقاد کی تحریروں کا حوالہ دیا ہے ۔

جو تاریخی حقایق سے صرف نظر کر کے اپنے معتقدات و جذبات کو قارئین پر مسلط کرنا چاہتے ہیں متعدد تاریخوں میں جب خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب نے ہی آنحضرت کی طلب پر قرطاس و قلم دینے سے منع فرمایا تھا اور کہا تھا (معاذاللہ) یہ شخص ہذیاں بک رہا تھا اور اس جملہ پر عقید تمندان خلیفہ نے مختلف وضاحتیں اور تبصرے فرمائے اور لکھا یہ محض محبت رسولؐ میں آپ کی زبان سے نکل گیا ایسی حالت میں تکلیف نہ دی جائے۔ بعضوں نے ہذیاں کے معنی لاشعوری بتلانے کی کوشش کی ہے مگر استاد العقاد مدظلہ سرے سے اس واقعہ سے حضرت عمر کو بری کرانے میں مصروف ہیں اس واقعہ سے بر بنائے عقیدت انکار کرنا خود استاد العقاد کی قابلیت اور تاریخ پر ان کی نظر کتنی ہے ظاہر کر رہا ہے۔

یہاں ہم اپنے بزرگ عالم مولانا مولوی سید عباس حسینؒ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مقالہ "خلافت الہیہ" جو تشریح و محاکمہ در تاریخ آل محمدؐ میں شامل ہے محض قارئین کے اس پر غور کرنے اور مصنف المرتضیٰ نے جو خصوصیات خلیفہ کے عنوان سے نمبر وار خصوصیات بتلائی ہیں اور حضرت خلیفہ اول کو اس کا حامل قرار دیا ہے تقابلی مطالعہ کی دعوت دیتے ہیں۔

زبان عرب میں خلف کہتے ہیں پیچھے کو جیسے عَلَّیتُ خَلْفَ زَیْد، میں نے زید کے پیچھے نماز پڑھی۔ قرآن مجید میں لفظ خلف اور اس کے مشتقات مختلف معانی میں مختلف مقامات پر آئے ہیں۔ مثلاً انی ناعلی فی الارض خلیفہ" میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں "یاداؤدانا جعلناک خلیفۃ فی الارض اے داؤد ہم نے تمکو زمیں پر خلیفہ بنایا ہے۔

وخلف من بعدھم خلف" ان کے بعد اور لوگ انکی جگہ پر آئے خلیفہ کے لغوی معنی ہوے بجائے کسی باشد رکاری اور خلیفۃ اللہ کے معنی ہوے خدا کی جانب سے خدا کی زمیں پر سولے اس کے خدائی کام انجام دینے والا"، (معنی مذکور میں خلیفۃ اللہ کے کوئی اور معنی ہو ہیں نہیں سکتے) یہ بات مسلّم ہے کہ جب تک خلیفہ اپنے مستخلف کے صفات کا حامل نہ ہو وہ اس کا خلیفہ نہیں کہلا سکتا۔

چنانچہ خدا نے اپنے خلفا کو اِن صفات سے متصف فرما کر بھیجا حضرت آدم کے لیے ارشاد ہوا، وعلّم آدم الاسماء کلھا، حضرت عیسیٰ نے فرمایا، آتانی الکتاب وجعلنی نبیا (پہلے کتاب اور بعد میں خلافت نبوت) جناب طالوت کے متعلق اس وقت کے نبی حضرت شمویل نے بنی اسرائیل

سے فرمایا۔ خداوند عالم نے طالوت کو علم اور قوت و منزلت دیکر بھیجا ہے (یہ صفات خدا کے دیئے ہوئے ہیں کوئی چھین نہیں سکتا) یہی معیار خلافت الٰہیہ ہے۔ قرآن مجید میں

انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ یا انی جاعلک للناس اِماماً یا وجعلناھم ائمۃً یھدون امرنا

ارشاد ہوا ہے لفظ جعل کی نسبت خدا سے ہے یعنی خدا ہی رسول، خلیفہ اور امام بناتا ہے کسی دوسرے کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی کو نبی، رسول یا امام بنائے اصل خلافتِ الٰہیہ اور یہ تینوں اِس کے مدارج ہیں اور خدا ہی اپنے جس بندے کو چاہتا ہے ان مدارج پر فائز فرماتا ہے۔

واللہ یعلم حیثث یجعل رسالتہ سے اسکی مزید تائید ہو رہی ہے اب ذرا صواعق محرقہ کی اِس روایت پر بھی غور کر لیا جائے آنحضرت صلعم نے بیماری کی حالت میں تقریر کی اور فرمایا اے لوگو وہ وقت قریب ہے کہ میں دنیا سے اُٹھ جاؤں اور تم سے رخصت ہوں، میں نے اِس سے قبل بہت کچھ کہدیا ہے اور حجت تمام کر دی ہے بس تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں تمہارے درمیان خدا کی کتاب اور اپنی عترت اہلبیت کو چھوڑے جا رہا ہوں یہ

کہکر حضرت نے علی کا ہاتھ پکڑ اور اسے بلند کر کے فرمایا، ہذا علی مع القرآن والقرآن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض فاسئلہما ما خلفت فیہما۔ ترجمہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ یہ دونوں ایک دوسرے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں، اسوقت ان سے دریافت کروں گا کہ تم نے ان سے کیا سلوک کیا (صواعق محرقہ ص ۷۵) اسی حالت مرض میں سرکار دوعالم نے ایک علم اُسامہ بن زید کے لیئے تیار کیا اور تمام بڑے بڑے صحابہ کو اُسامہ کی ماتحتی میں جنگ کے لیئے روانگی کا حکم دیا تاریخیں متفق ہیں کہ اس فہرست میں سوائے علی ابن ابی طالب کے تمام اکابر صحابہ (حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان) کے نام تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا لعن اللہ من تخلف عن جیش اُسامہ جو اُسامہ کے ساتھ نہ جائے اس پر اللہ کی لعنت ہو (ملل نحل) چونکہ سرکار اپنی موت کی اطلاع رکھتے تھے اس کے لیئے تیاریاں فرمارہے تھے اس موقع پر آنحضرت صلعم کا خاص طور سے لشکر اُسامہ کی روانگی کا حکم دینا اسی لیئے تھا کہ وہ ان تمام حضرات سے مدینہ کو خالی کر دینا چاہتے تھے۔ اس بات کا حضرت کو اتنا خیال تھا کہ جب بھی آنکھ کھلتی آپ دریافت فرماتے کہ اسامہ کا لشکر گیا یا نہیں؟ ۔

یہ حدیث بین الفریقین متفق علیہ ہے اور یہ ارشاد اُس ہستی کا ہے جس کے تعلق سے ہے ما ینطق عن الھوٰے ان ھو الا وحی یوحٰے، تعجب ہے کہ اس طرح بیان کے صحابہ کرام اور خلفائے ذیشان نے جمع قرآن کی زحمت کیوں فرمائی جبکہ علی کے پاس قرآن مکمل تھا

جب آپ کو اس کا یقین ہو گیا کہ صحابہ کرام اس حکم کی تعمیل میں پس و پیش کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اچھا "ذرا قلم، کاغذ لاؤ تاکہ میں تم لوگوں کے لئے ایک نوشتہ لکھ دوں تاکہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ اس پر حضرت عمر نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ پیغمبر پر مرض کا غلبہ ہے اور ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے" (صحیح بخاری باب قول المریض قوموا عنی جلد ۴ صفحہ ۵) اس گستاخانہ جملے پر حضرت کو بہت صدمہ پہنچا اور آپ نے سب کو اپنے پاس سے نکال دیا"۔ اس کے بعد کا واقعہ ام المومنین حضرت عائشہ کی زبان سے سنئے۔ فرماتی ہیں (ترجمہ)

جب حضرت رسولؐ کا آخری وقت تھا تو آپ نے فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ۔ کوئی جاکر حضرت ابوبکر کو بلا لایا تو حضرتؐ نے تکیہ سے سر اٹھا کر دیکھا پھر سر اپنا تکیہ پر ٹیک دیا۔ دوبارہ فرمایا میرے پیارے کو بلاؤ اب لوگ جاکر حضرت عمر کو بلا لائے حضرت نے ان کو بھی دیکھ کر سر ٹیک دیا۔ تیسری مرتبہ پھر آپ نے فرمایا میرے دوست کو بلاؤ۔ کسی نے حضرت علیؑ کو بلا لیا جب حضرت نے علی مرتضیٰ کو دیکھا تو انھیں اپنی چادر میں لے لیا اور برابر اسی طرح لئے رہے یہاں تک کے حضرت کی روح مبارک نے تبسم سے پرواز کی تو حضرت کا ہاتھ جناب امیرؑ کے اوپر تھا (ریاض النضرہ صفحہ ۱۸۵) افسوس کا مقام ہے کہ مصنف

کی نظر سے یہ بیانات اور تاریخی واقعات نہیں گزرے۔

ندوی صاحب نے شرائط خلافت اور خلیفہ کی اہلیت کے تعلق سے چھ شرطیں بیان فرمائی ہیں جو ہم اختصار کے ساتھ سابق میں تحریر کر چکے ہیں اب ذرا استحقاق خلافت کے تعلق سے ہم جو عرض کر رہے ہیں اسے بھی بغور ملاحظہ فرما کر قارئین (قارئین کرام تصفیہ فرمائیں کہ مستحق خلافت کون تھے پچھلے بیان میں حضرت عائشہ کا بیان کردہ واقعہ جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے آخری وقت میں بلوا کر اپنی چادر میں لیا اور نہ جانے کیا کیا رموز و اسرار سپرد علیؑ فرمائے اب رحلت رسولؐ سے بیس سال قبل کے واقعات پر سرسری نظر ڈالیں گے۔

۱- دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان رسالت کے بعد حضرت رسول مقبولؐ نے فرمایا (علیؑ کی طرف اشارہ کر کے) یہی میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے۔

۲- ہجرت کی شب پیغمبر اسلام نے حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اپنا جانشین مقرر کر کے (اپنے بستر پر اپنی ردا اڑھا کر) ہجرت فرمائی اور حضرت علیؑ کو اپنا کام قریش کی امانتیں واپس کرنا ان سے جو معاہدے ہوئے تھے انھیں پورا کرنا وغیرہ

۳- جنگ تبوک جاتے وقت آنحضرت کا حضرت علیؑ کو اپنی جگہ خلیفہ مقرر کرنا ... یہ فرمانا کہ جیسے ہارونؑ کے ساتھ موسیٰؑ تھے ویسے تم میرے ساتھ ہو (حدیث منزلت) اس واقعہ پر جناب شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں۔

• یہ حدیث بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت علیؑ مستحق خلافت تھے (تحفہ اثنا عشریہ

جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے مزید وضاحت یوں فرمائی: اے علیؑ کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جو مرتبہ ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے تھا وہی درجہ تم کو مجھ سے ہے فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں کہیں جاؤں اور تم میرے خلیفہ نہ ہو (ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۲۶۱)۔

۴۔ سورہ برات کی تبلیغ کا مسئلہ رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر کو سورۂ برات کی چند آیتیں دیکر کفار قریش کو سنانے مکہ کی طرف روانہ فرمایا پس جبرئیلؑ نازل ہوئے اور ارشاد رب العزت سنایا کہ یہ کام تم یا تم میں سے کوئی کرے تب پیغمبر خدا نے حضرت علیؑ کو بھیجا کہ وہ حضرت ابوبکر سے آیتیں لے کر خود جائیں اور کفار قریش کو سنائیں ۵۔ قولاً و عملاً اعلان وصایت بحکم خدا" فاذا فرغت فانصب والیٰ ربک فارغب (پارہ ۳۰ رکوع ۱۱) ترجمہ اے محمدؐ اب تم تمام احکام الٰہی کی تبلیغ سے فارغ ہو گئے۔ اپنی جگہ اپنا جانشین مقرر اور نصب کر دو اور اس کے بعد اپنے پروردگار کی طرف چلے آؤ" اس حکم پر ہی حجۃ الوداع کی واپسی پر مقام غدیر خم میں حضرت علیؑ کی جانشینی و ولایت کا اعلان ہوا۔

من کنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اس کے مولا ہیں) کیا یہ اعلان جانشینی قولاً و عملاً نہیں ہے؟

۶۔ جنگ احزاب کے موقعہ پر جب عمرو ابن عبدود نے مقابلہ کے لئے للکارا تو خیمہ رسولؐ میں بیٹھے ہوئے جانثاران رسولؐ سر جھکائے بیٹھے تھے (قرآن نے بھی اسکی منظر کشی کی ہے) حضرت رسولؐ صادق و امین نے فرمایا جو اس کے مقابلے پر جائیگا وہ مرا دمی و خلیفہ ہوگا ۔ لیکن سوائے علیؑ کے کسی نے مقابلہ کی جرات نہیں کی اس لحاظ سے خلافت رسولؐ کے اولین مستحق کون ہوئے (سوائے علیؑ) یہ چھ واقعات تو ہم نے مصنف المرتضیٰ کے تحریر کردہ چھ شرائط کے جواب میں تحریر کیئے ہیں اب قرآن و حدیث کی روشنی میں چند واقعات ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں

(۱) دعوت ذوالعشیرہ سے قبل ہی علی رسالتماب کے ساتھ نماز پڑھتے تھے
(۲) آیت شریف: انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ
ویوتون الزکواۃ وھم راکعون" (سورہ مایدہ آیت ۸)
علماء و مفسرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی شان میں اتری
(۳) بوقت مباہلہ نصارائے نجران رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم
نے تمام صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے حضرت علی کو مباہلہ کے لیے گئے ان
کے ساتھ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا و حسنین علیہم السلام
تھے۔ اور آیت مباہلہ قل تعالوا الخ میں علی نفس رسول اللہ قرار
دے گیے۔
(۴) سورہ ھل اتی کی آیت "یوفون بالنذر ویخافون الخ
صرف حضرت علی اور اہلبیت علی کی شان میں نازل ہوئی (متفقہ
علمائے تفسیر)
(۵) حضرت علی نے رسول اللہ کے کل قرضوں کی ادائی کی ذمہ داری اور
ادا کیا۔
(۶) حدیث طیب میں صرف علی ہی مخلوق خدا میں سب سے زیادہ محبوب
رب تھے۔
(۷) حضرت پیغمبر اعظم نے علی کو تاویل قرآن پر ناکثین قاسطین اور مارقین

سے لڑنے کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

(۸ حضرت رسول خدا نے حضرت علی کے تعلق سے فرمایا علی تم میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے کا علم رکھتے ہیں۔

(۹ فتح مکہ کے موقعہ پر کعبہ کے اندر بتوں کو توڑنے کیلئے حضرت کو پیغمبر خدا نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا۔

(۱۰ حکم خدا سے تمام اصحاب کے دروازے جو مسجد میں کھلتے تھے بند کروا دئیے سوائے حضرت علی ابن ابی طالب کے دروازے کے۔

انتخاب خلافت میں عجلت کے جواز میں معزز مصنف المرتضٰی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کا ایک امیر منتخب ہوجائے تو وہی رسول اللہ صلعم کی تجہیز و تکفین کی خدمت مسلمانوں کے سربراہ اور امیر کی حیثیت سے انجام دیگا.. سبب انتخاب خلافت (عجلت میں) یہی ہے تاکہ وہ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین بحیثیت سربراہ اور امیر انجام دے سکے لیکن اس اصول و ضرورت کی تکمیل منتخب خلیفہ نے فرمائی۔ رسول اللہ کی وفات دوشنبہ کو ہوئی چہارشنبہ کو تدفین عمل میں آئی۔ اتنے عرصے میں منتخب خلیفہ اور جانثار اصحاب کہاں تھے؟

حضرت عباس ابن عبدالمطلب، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت سلمان فارسی، حضرت مقداد، حضرت عمار، حضرت ابوذر غفاری

کے سوا تاریخ نے کسی اور صحابی کا نام نہیں بتلایا۔ رسول اللہ نے اپنے آخری ایام حیات میں جنکو جماعت کی نماز پڑھانے پر مامور فرمایا تھا شاید اس کا مقصد صرف استحقاق خلافت کا اظہار تھا خو نماز میت (رسول خدا) سے ان کو کوئی سروکار نہ تھا۔

اب اگر مولوی ندوی صاحب کے اصول کے مطابق پیغمبر اسلام سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ صلعم کی تجہیز و تکفین کو نے والی ہستی کو سربراہ اسلام مسلمانوں کا امیر اور خلیفہ رسول مانے تو۔۔۔؟

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنف المرتضیٰ مولوی ندوی صاحب تمام قدیم کتب تاریخ و سیر اور مجموعہ احادیث خصوصیت کے ساتھ صحاح، کو نظر انداز کر کے نئی تاریخ مرتب کرا رہے ہیں، حضرت علی ابن ابی طالب سے زبردستی مطالبہ بعیت خانہ فاطمہ زہرا پر نہ صرف آگ لیجانا بلکہ در سیدہ کو جلانا جناب سیدہ کا زخمی ہونا حضرت ابوبکر و عمر سے بقعۃ الرسول سیدہ النساء العالمین کی ناراضگی اور ان حضرات سے مرتے دم تک کلام نہ کرنا اپنے مرنے کی اطلاع نہ دینے کی وصیت حسب ذیل کتب میں موجود ہے، کتاب سقیفہ از علام ابوبکر جوہری کتاب امامت و سیاست از ابن قتیبہ دینوری۔

کتاب ملل ونحل از علامہ شہرستانی، کتاب روضۃ الصفا از محمد خاوند شاہ، کتاب روضۃ الاحباب از جمال الدین محدث، تاریخ اعثم کوفی، از امام اعثم کوفی کتاب وسیلۃ النجات از مولوی محمد مبین فرنگی محلی اور صحاح میں صحیح مسلم اور صحیح بخاری اصح بخاری کے الفاظ "غضبت فاطمہ علی ابوبکر فی ذالک فلم تکلم حتیٰ توفیت" جناب فاطمہ زہرا اس بارے میں ابوبکر سے اس درجہ غضبناک ہوئیں کہ مرتے دم تک ان سے کلام نہیں کیا۔

تاریخ واقدی میں تو صاف لکھا ہے کہ جب جناب فاطمہ کی وفات کا وقت آیا ہے تو آپ نے جناب علی مرتضیٰ سے وصیت کی کہ جن لوگوں نے مجھے ستایا ہے بالخصوص ابوبکر وعمر میرے جنازے پر نماز نہ پڑھنے پائیں اور نہ میرے کفن دفن میں شریک ہوں۔ پس حضرت علی نے وصیت پر عمل کیا اور حضرات ابوبکر وعمر کو اطلاع دیئے بغیر جناب فاطمہ کو رات میں دفن کردیا۔ (تاریخ واقدی)

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ناراضگی اور پھر علالت کی خبر سن کر حضرت ابوبکر وعمر خانہ سیدہ پر حاضر ہوئے اور اذن طلب کیا معصومہ نے ملنے سے انکار کردیا پھر یہ حضرات "حضرت علی مرتضیٰ سے رجوع ہوئے اور ان کی سفارش پر حاضر خدمت سیدہ عالمیان ہوئے بڑی طویل اور جگر گوشہ رسول کو راضی کرنے کی کوشش کے باوجود جب انھیں کامیابی نہ ہوئی تو یہ

حضرات رونے لگے۔ اس پر جناب فاطمہ زہراؑ نے ان سے کہا میں قسم دیتی ہوں اللہ کی تم سچ کہنا کیا تم نے حضرت رسولؐ کو یہ فرماتے نہیں سنا کہ فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؑ کو راضی رکھا اس نے مجھے راضی رکھا جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ فاطمہ کی خوشی میری خوشی اور فاطمہ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔ ان دونوں حضرات نے کہا بیشک ہم نے رسول اللہ کو یہ کہتے سنا ہے اس پر جنابِ فاطمہ زہراؑ نے فرمایا سنو میں گواہ کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ملائکہ کو کہ تم دونوں نے مجھے آزردہ کیا جب میں اپنے بابا سے ملونگی تو تمہاری شکایت کرونگی یہ سن حضرت ابوبکر نے کہا اے فاطمہؑ ہم پناہ مانگتے ہیں خدا کی اس ناراضگی سے یہ کہہ کر پھر رونا شروع کیا اور یہ دونوں حضرات روتے ہوئے واپس ہوگئے اس واقعہ کو عالم اہلسنت علامہ ابن قتیبہ دینوری نے اپنی کتاب الامامت وسیاست کے صفحہ ۱۴ پر مزید تفصیل سے لکھا ہے اس کے علاوہ اہل سنت کے دوسرے عالم جناب ابوبکر جوہری نے بھی اپنی کتاب سقیفہ میں یوں ہی تحریر فرمایا ہے۔ علامہ ندوی جگہ جگہ اہلبیتِ رسولؐ اور خلفائے ثلاثہ میں خوشگوار تعلقات اور ایک دوسرے سے مخلصانہ تعاون کا دعویٰ فرماتے ہیں یہ ایک نمونہ ہے خوشگوار تعلقات اور تعاون عمل کا مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کا حضرات خلفا کو صحیح مشورہ دینا یا ان کی مدد کرنا اور فقہی مسائل میں ان کی رہنمائی کرنا محض اسلام کی عزت بچانا اور غیر

مسلموں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا مقصود تھا اور اہل علم و اہل نظر کو یہ محسوس کرانا بھی تھا کہ اِس وقت مسند قضات پر بیٹھنے والے کتنے اہل ہیں اور خود ان حضرات نے حضرت علی کے تعلق سے جو تشکرانہ کلمات اور اعتراف حقیقت فرمایا ہے وہ بھی قابل غور ہے لولا علی لہلک عمر (ربیع الابرار علامہ زمخشری) اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اے علی اگر آپ نہ ہوتے تو ہماری بڑی فضیحتی ہوتی، اگر علی مسجد میں نہ ہوں تو کوئی دوسرا فتوی نہ دے (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید) ان کلمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر خلافت الٰہیہ کے مدعی نہ تھے۔ انشاء اللہ ہم اس کتاب کے حصہ دوم میں خلفاء و بنی ہاشم خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے آپسی تعلقات کیسے تھے تفصیل سے لکھیں گے۔

باب سوم پر اپنا تبصرہ اب ختم کرتے ہیں حالانکہ خود ہمارا دل مطمئن نہیں کہ پورے باب سوم کا ہم نے احاطہ کیا ہے۔ اپنے معزز قارئین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس جستہ جستہ تبصرے سے حقایق کا اندازہ فرمائیں گے۔

اب چہارم پر تبصرہ شروع کرتے ہیں۔ یہ باب ص۱۵۲ سے ص۱۸۲ یعنی ۳۱ صفحات پر مشتمل ہے اور اسمیں باب سوم کی طرح انتخاب خلافت دوم کو حق بجانب قرار دینے کی بھرپور کوشش کیگئی ہے ایک قدیم مقولہ ہے مسلسل جھوٹ بولتے رہو تاکہ سننے والے اسکو صحیح سمجھ لیں۔

یہی اصول مصنف المرتضیٰ نے اختیار فرمایا ہے۔ بار بار حضرت علیؑ مرتضیٰ کا خلفا سے خلوص حضرت عمر کے ساتھ علیؑ مرتضیٰ کا تعاون ہر موقعہ پر درست مشورہ دینے کا اظہار فرما کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ جب ان حضرات میں یگانگت خلوص و محبت کا برتاؤ تھا تو پھر خلافت کے موقعہ پر پہلے خلیفہ نے علیؑ کو نظرانداز کردیا خیروہ تو "فلتہ" کے ذریعہ مل گئی تھی مگر خلیفہ دوم کو یہ شوریٰ کا اہتمام کرنا (اسمیں بھی علیؑ کا ہمدرد کوئی نہیں) کیا ضروری تھا جبکہ متعدد مرتبہ حضرت خلیفہ دوم نے اظہار تشکر اور اعتراف جان بخشی فرمایا تھا سیدھا علیؑ کے نام کا اعلان فرما دیتے یا پیروں خلیفہ اول میں اپنی وصیت میں علیؑ کی خلافت کا ذکر فرما دیتے۔ ہم ادباً مصنف المرتضیٰ مولوی ندوی صاحب سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ " صحاح " میں کوئی حدیث ایسی بتلادیں جسمیں رسولؐ اللہ نے صحابہ کرام سے کہا ہو کہ میں اپنی جانشینی کا انتخاب خود نہیں کر سکتا تم لوگ آپسمیں مشاورت کے ذریعہ خود ہی کر لو خاتم النبیینؐ کا یہ ارشاد تو متعدد جگہوں پر آیا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ خداوند عالم کا ارشاد یاایّھا النبی جاھد الکفار والمنافقون نبیؐ آخر نے تو کفار سے جہاد فرمایا لیکن منافقین سے کس نے جہاد کیا یہ جہاد نبی یا وصی ہی کر سکتا ہے۔ قرآن میں اہل الذکر آیا لیکن ان کے نام نہیں بتائے۔ راسخون فی العلم سے مراد کون ہیں یہ بھی رسول اللہ نے نہیں بتلایا جانشین رسول مقرر کرنا کس کا فرض تھا اُمت کا یا خود

رسولِ خدا کا اس پر ہم انشاء اللہ حصہ دوم میں بحث کریں گے۔ اب اپنے توجہ
کو آگے بڑھاتے ہیں۔ مولوی ندوی صاحب نے جو حضرت عمر کے تعلق سے
جگہ جگہ فرمایا ہے۔ "دور اندیش صاحب بصیرت" بختہ مزاجی "آہنی عزم اخلاقیات
قوت فیصلہ میں سب سے ممتاز تھے" یہ تضاد بیانی ہم نے صرف ندوی صاحب
میں دیکھی وہ پڑھنے والوں کو گھما پھرا کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہر خلیفہ کا انتخاب
درست تھا اور اس سلسلے میں یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ حضرت عمر کی نامزدگی
کو ایک طرح سے حکمت الٰہی کا مظہر قرار دیا ہے (المرتضیٰ صفحہ ۱۵۹) ذرا غور فرمائیں
ناظرین جو ہستی دور اندیش، صاحب بصیرت، بختہ مزاج، آہنی عزم رکھتی ہو اسکو
اگر کوئی درست مشورہ دیکر اس کے ارادے روک دے اور وہ صاحب بصیرت
اس کو مان لے تو کس کی اہلیت زیادہ ہوئی۔؟ حضرت علیؑ کا متعدد موقعوں پر
حضرت عمر کو صحیح مشورہ دینا اور حضرت عمر کا اسکو مان لینا اور اعتراف میں
کہنا کہ علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوگیا ہوتا۔ کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ علم و
فضل، فہم و ذکا میں علیؑ کا درجہ حضرت عمر سے بہت بلند تھا جب اسکا جواب ذہن
میں آجائے تو سوچیں کہ معاذ اللہ حکمت الٰہی مفضول کو افضل پر ترجیح دینا
پسند کرتی ہے: باب چہارم میں حضرت ابو بکر کی وفات ہوئی اور حضرت عمر خلیفہ
نامزد ہوئے یہاں پر نشان لگایا ہے اور نیچے فٹ نوٹ میں لکھا ہے۔ کہ
اسوقت حضرت عمر فاروق کی عمر ۵۲ سال چھ ماہ کی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ

اپنی عمر کی پینتیسویں سال میں تھے ۔ اس نوٹ کا مقصد یہ ظاہر کرتا تھا کہ حضرت عمر سن کے اعتبار سے حضرت علیؑ سے بڑے تھے اور اس طرح علیؑ سے زیادہ مستحق خلافت تھے ۔ ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ کیا جس وقت حضرت عمر خلافت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اسوقت اصحاب کبار میں کیا حضرت عمر سے سن و سال میں کوئی بڑا نہ تھا ؟ دوسرا سوال کیا شرائط خلافت میں سن و سال کی بھی قید ہے ؟ جب پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں حضرت علیؑ نے متعدد موقعوں پر خلیفہ وقت کی جان اور اسلام کی آن بچائی اور دوسرے اکابر صحابہ کے مقابلے میں انکی رائے مفید اور بہتر ثابت ہوئی تو پھر باون ۵۲ برس والے بہتر ہیں یا پینتیس ۳۵ برس والے جوان ؟ ایک عام مشاہدہ ہے کہ اکثر محکموں، اداروں میں وہاں کے افسر اعلیٰ سے وہاں کا چپراسی سن رسیدہ ہوتا ہے تو عوام احتجاج کر کے چپراسی کو افسر اعلیٰ کی کرسی پر بٹھا سکتے ہیں. ارے جناب جب سرکار دو عالمؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اسوقت حضرت ابو قحافہ موجود تھے ۔ پھر ان کے بیٹے حضرت ابو بکر کا انتخاب بھی غیر درست ہوگا ۔ ندوی صاحب کو ناظرین و ناقدین کو اتنا بے وقوف نہیں سمجھنا چاہیئے منطقی مغالطہ ہر جگہ نہیں چل سکتا آپ زور قلم اور الفاظ کے گرداب میں ان کے ذہن کو نہیں ڈبو سکتے ۔ معقولات و منقولات کی بنیاد پر اگر آپ لکھیں تو عوام اور اہل علم مان لیں گے ۔ باب چہارم کی دوسری سطر سے پانچویں سطر " حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت عمر کو خلافت کیلئے اس

نامزد کیا تھا کہ انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ عمر فاروق میں قوتِ فیصلہ، مستقل مزاجی، اصابت رائے، عقل و رائے کی پختگی بدرجہ اتم موجود ہے الخ"

حضرت ابو بکر نے تو کبھی ان خیالات کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ جب ابو بکر خلیفہ منتخب ہو گئے تو انھوں نے وصولی زکات کے سلسلے میں نو مسلموں پر سختی کرنی شروع کی اور بد اعمال و خونخوار سپاہیوں کو وصول زکات پر مامور فرمایا تو حضرت عمر نے کہا کہ ابھی ذرا نرمی سے کام لیجئے آہستہ آہستہ عوام خود ہی تعمیل حکم کرنے لگیں گے تو آپ نے (حضرت ابو بکر نے) حضرت عمر کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے خالد بن ولید کو اس خدمت پر مامور کیا اور انھوں نے جس طرح سے زکات وصول کی تاریخیں بتائیں گی۔ یہاں بھی مصنف المرتضیٰ نے اپنے آپ کو وکیل بلا فیس بنا لیا۔ کسی مجمع میں کسی موقعہ پر، کسی خطبے میں حضرت ابو بکر نے تو حضرت عمر کے تعلق سے ان خیالات کا اظہار نہیں فرمایا اب رہا حضرت ابو بکر کا حضرت عمر کو نامزد کرنا تو اسے ہم احسان کا بدلہ احسان سمجھتے ہیں۔ بعض اہل بصیرت تو اس سے آگے بڑھ کر یہ فرماتے ہیں کہ یہ تو سوچی سمجھی سیاست تھی کہ کسی طرح خلافت بنی ہاشم کی طرف نہ چلی جائے جب سواد اعظم نے یہ فیصلہ کر لیا کہ خلیفہ کا انتخاب مسلمانوں کا حق ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ارشاد ہے اور نہ رسول اللہ کا کوئی اعلان (حالانکہ دونوں چیزیں واضح ہو چکی

ہیں مزید تفصیل آئندہ) تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ اگر حضرت ابوبکر نے حضرت علی کا حق غصب نہیں کیا ہے تو مسلمانوں کا حق ضرور غصب فرمایا ہے۔ خلافت دوام کے لئے مسلمانوں کو انتخاب کیا موقعہ نہ دیکر خود ہی کسی کو نامزد کرنا یہ کس اصول اور قائد سے سے درست ہے۔ صفحہ (۱۶۰) پر خالد بن ولید کی معزولی کے واقعۂ کو بھی حضرت عمر کا رعب وجلال اور حضرت خالد کی قوتِ ایمانی کا مظہر قرار دیا ہے۔ فٹ نوٹ میں لکھا ہے کہ حضرت خالد کی معزولی ان کی بعض ایسی کاروائیوں کی وجہہ سے ہو جو حضرت عمر کو ناپسند ہوئی ہوں" ندوی صاحب نے بعض ایسی کاروائیوں کی وجہہ لکھ کر خالد بن ولید کے اس سفاکانہ و بہیمیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ہم پچھلے پیراگراف میں صرف اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے تھے لیکن یہاں مصنف صاحب نے حضرت خالد کی قوتِ ایمانی کا ذکر کر کے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم اس لرزہ خیز واقعہ کو اجمالاً ہدیہ ناظرین کر کے خالد بن ولید کی قوت ایمانی کو نمایاں کریں۔

مختصر واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت خلیفہ اول نے اصول ذکات کے لئے خالد بن ولید کو یمن بھیجا اور وہاں کے مسلمانوں نے انھیں ذکات دینے سے پس و پیش کیا۔ اور اس اثناء میں مالک ابن نویرہ کی خوبصورت بیوی پر خالد کی نظر پڑی تو انھوں نے فوراً مالک ابن نویرہ کو قتل کر کے اسی شب اسکی بیوی سے .... یہ قوتِ ایمانی کے حامل خالد بن ولید ہیں ....

یہ اطلاع جب مدینہ میں پہنچی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد

کو معزول کریں تاکہ آپ کا انصاف واضح ہو لیکن حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو بجائے معزول کرنے کے سپہ سالار لشکر اسلام بنا ڈالا۔

متعدد مقامات پر مصنف المرتضیٰ ندوی صاحب نے جسٹس امیر علی کو ممتاز شیعہ قانون داں بتلایا ہے۔ اور ان کی تحریرات کے حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ ایک شیعہ ممتاز شخصیت کے یہ خیالات ہیں حالانکہ امیر علی مرحوم نے ایک عورت کے سبب اپنا عقیدہ بدل لیا تھا اگر ہم ماضی قریب (۴ سال قبل) کے مولوی شاہد زعیم فاطمی جو دیوبند کے فارغ التحصیل تھے ان کی کتابوں سے یہ کہکر کہ یہ سنی عالم دین اور دیوبندی علماء میں سے ہیں تو کیا ندوی صاحب اسے قبول کر لیں گے۔ بھولے بھالے عوام کو اس طرح مغالطہ دینا ادبی بددیانتی ہے۔ فاطمی صاحب نے اپنے خاندانی عقائد سے توبہ کر کے مذہب حقہ شیعہ اختیار کر لیا تھا اور خود ندوی صاحب کی کتاب "متضاد تصویریں" کے جواب میں "بولتی تصویریں" لکھی ہیں۔

صفحہ (۱۷۰) پر "حضرت علیؑ کا اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں تعاون و اخلاص کا بین ثبوت" کے ذیل عنوان کے تحت معرکہ نہاوند کے سلسلہ میں اہل فارس کا اپنے بادشاہ یزدگرد سے مراسلت کر کے تمام صوبوں سے تقریبا ڈیڑھ لاکھ فوج نہاوند کے قریب جمع کر لینا۔ قائد افواج اسلامی حضرت سعد کا خلیفہ وقت حضرت عمر کو اسکی اطلاع دینا اور حضرت عمر کا اہل

شوریٰ سے مشورہ طلب کرنا اور ارشاد فرمانا کہ اب سخت اور خطرناک حالات سامنے ہیں اور میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں اور جن پر قابو ہے اُن کو لیکر دشمن کے مقابلے کے لئے چلا جاؤں آپ حضرات کی کیا رائے ہے۔ اس پر حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے کہا آپ معاملہ کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں جو فیصلہ فرمالیا ہے اس پر عمل فرمائیں اس پر حضرت عمر نے حضرت عثمان سے مشورہ طلب کیا حضرت عثمان نے کہا کہ میری رائے ہے کہ اہل شام کو حکم دیں کہ وہ شام سے نکلیں اور اہل یمن کو لکھیں کہ وہ یمن سے نکلیں پھر آپ اہل حرمین کو لے کر کوفہ و بصرہ پہنچ جائیں اب حضرت عمر نے حضرت علیؑ کی طرف دیکھا اور ان کی رائے معلوم کی حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے دونوں حضرات کی رایوں سے اختلاف کیا اور حضرت عمر کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ نہ چھوڑیں تمام والیوں کو اپنے مرکز پر ثابت قدمی کے ساتھ موجود رہنا چاہیئے (کیونکہ اگر خلیفہ پر کوئی آفت آئی یعنی حالت جنگ میں قتل ہو گئے تو اسلام اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا) حضرت عمر نے کہا یہی رائے بہتر ہے۔ اور انھوں نے اسی پر عمل کیا۔ مصنف المرتضیٰ نے یہاں پر اس واقعہ کی تائید میں نہج البلاغہ سے مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کا وہ ارشاد نقل کیا ہے۔ جسمیں حضرت عمر نے بذات خود فوج کی قیادت کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا اور حضرت علی سے مشورہ طلب کیا

جس کا پہلا جملہ یہ ہے۔ یہ اسلام کا معاملہ ہے۔ اس میں نصرت یا عدم نصرت کا دارومدار افراد کی کمی بیشی پر نہیں الخ اور آخری جملہ ہے یاد رکھو اب تک اللہ تعالیٰ نے جو ظفر نصیب فرمائی ہے اس میں تعداد کی کثرت کو کوئی دخل نہیں تھا ہم تو صرف اللہ کی مدد اور اعتماد پر جنگ کرتے تھے"۔ یہ ایمان افروز کلمات اور ذات احدیت پر بھرپور اعتماد اسلامی تاریخ میں سوائے مولاؑ کے کائینات کہیں نہ ملے گا۔

مولا علیؑ کا پہلا جملہ" یہ اسلام کا معاملہ ہے" صاف طور پر کسی سے ذاتی تعلقات اور ہمدردی کی نفی کر رہا ہے۔ اور آخری جملہ" ہم تو صرف اللہ کی مدد اور اعتماد پر جنگ کرتے تھے" بتا رہا ہے کہ موجودہ انتشار کی کیفیت اللہ کی امداد پر عدم یقین کا سبب ہے۔

ناظرین آپ نے محسوس فرلیا ہو گا کہ جس مشورہ کو آپسی رفاقت خلوص اور یگانگت ثابت کرنے کی مصنف المرتضیٰ نے کوشش کی وہ بے سود ہو گئی اور صاف لفظوں میں مولاؑ نے واضح فرما دیا کہ محض اسلام کی ہمدردی میں یہ مشورہ دیا جا رہا ہے۔ آپ نے غور فرمایا ہو گا کہ حضرت طلحہ ابن عبید اللہ نے اپنے مشورہ سے نہ صرف حضرت عمر کو موت کے منہ میں ڈھکیل دیا تھا بلکہ اسلام کی بد خواہی کی تھی پھر بھی صحابی رسولؐ میں کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا اور حضرت عثمان غنی جنکی رائے کی پختگی کا

سکے تو مصنف صاحب نے دلوں پر بٹھا دیا ہے۔ اگر صحت ساتھ دیتی اور حالات سازگار ہوتے تو ہم مصنف ندوی صاحب کے ہر قول پر ایک رسالہ تحریر کرتے۔

اسی طرح جنگ یرموک جو شام کے معرکوں میں سب سے اہم تھی اس جنگ میں کامیابی پر شام کی دوسری فتوحات کا انحصار تھا۔ جب ابو عبیدہ سالار لشکر کا خط آیا اور مرکز سے مدد طلب کی گئی تو پھر حضرت عمر نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے تجویز پیش کی کہ آپ خود شام کی طرف بھیجی جانے والی فوج کی قیادت کریں اور ان کی ڈھال بن جائیں لیکن اس موقعہ پر بھی حضرت علیؑ نے اس رائے کی مخالفت کی اور فرمایا اللہ نے دین کے حاملیں کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہے۔ دین کو مضبوط کرنا اور اسکی کھلی سرحدوں کو محفوظ کرنا اسی کا کام ہے آپ یہیں رہیں اور مدد بھیج دیں۔ آپ جب اتنی مختصر سی جماعت لیکر جائیں گے اور مقابلہ کریں گے تو ناکامی کا خطرہ ہے اور ناکامی ہوئی تو مسلمانوں کے لئے کسی کونے میں جائے پناہ نہیں رہ جائے گی۔ قارئیں غور فرمائیں اس موقعہ پر بھی سب سے زیادہ اسلام اور مسلمانوں کی ذلت وخواری حضرت علی مرتضیٰ کو پسند نہیں۔ اس جذبہ کو صرف حضرت عمر سے خلوص بتلاکر

یہ ظاہر کرنا کہ خلفاء اور حضرت عمر میں تو کوئی وجہہ اختلاف ہی نہیں یہ اختلاف محض شیعوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ آگے ندوی صاحب تحریر فرماتے ہیں: "اگر حضرت علیؑ (معاذاللہ) حضرت عمر کے بارے میں بُری نیت رکھتے یا اُن کے خلاف دل میں غبار ہوتا یا اُن کو خلافت کے بارے میں غاصب سمجھتے تو اس تدبیر میں رہتے کہ اُن پر کوئی آفت دپڑے اور ان کے وجود سے گلوخلاصی بھی ہو جائے اور اپنے اُوپر کوئی ذمہ داری بھی نہ آنے پائے یا کسی کو ان کے اچانک قتل پہ اُبھارتے لیکن حضرت علیؑ اِن سب باتوں سے بلند اور بہت تھے مولوی ابوالحسن علی ندوی صاحب نے اپنے مخالف کو ختم کرنے کی جو ترکیبیں بتلائی ہیں وہ ان کے ذہن کی پیداوار نہیں بلکہ ان کے پیشواے اعظم تحریبی اُمیہ حضرت معاویہ کی آزمودہ ترکیبیں ہیں انھوں نے زہر سے، تلوار سے دھوکے سے اپنے گودنوں کے ذریعہ اپنے دشمنوں کو ختم کیا تھا اور پھر اپنا دامن بچانے کی کوشش فرمائی تھی۔ حضرت عمار یاسرؓ جن کے تعلق سے بین الفریقین متفقہ حدیثِ رسول کہ عمار کو گروہ باغی شہید کریگا۔ اس کے تعلق سے کتنا اچھا بہانہ پیش فرمایا اگر علیؑ عمار کو اپنے ساتھ نہ لاتے تو وہ قتل نہ ہوتے لہذا عمار کی شہادت کے ذمہ دار علیؑ ہوئے یہ جملہ کہکر قتلِ

کی ذمہ داری انھوں نے حضرت علیؑ پر رکھ دی لیکن یہ نہ سونچا کہ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرت حمزہ عم رسول کے قاتل خود رسول اللہ صلعم ہوں گے تحکیم کے موقعہ پر بھی انکی سیاست کامیاب رہی جبکہ عمر عاص کے ذریعہ ابو موسی اشعری کو بہکا کر حضرت علی کی معزولی کا اعلان اور خود کو بحیثیت خلیفہ ماموری کا اعلان کروانا۔ صفین کے موقعہ پر جب حضرت علیؑ کی فوج غالب آرہی تھی۔ نیزوں پر قراں بلند کروا کے اعلان صلح کروانا قراں کو حکم قرار دینا۔ حضرت امام حسنؑ سے ان کے مقرر کردہ شرائط صلح پر صلح کرنا حکومت حاصل کرنے کے بعد کسی شرط کی پابندی نہ کرنا (ہم کہاں تک گنوائیں) یہ سب ترکیبیں حضرت معاویہ کی جھولی میں پڑی رہتی تھیں۔ افسوس کا مقام ہے کہ ندوی صاحب نے شاید حضرت علیؑ کو بھی اسی معیار کا سمجھا" ارے جس نے اپنے قاتل کو بھی شربت کا جام عطا فرمایا اس کے تعلق سے ایسا گمان کرنا بھی کفر سے کم نہیں۔ کیا ابن ملجم ملعون سے حضرت علیؑ کو کوئی ربط و تعلق تھا یا یہ مظہر رحمت پروردگار کا عمل؟ ایک اور واقعہ ندوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے "جب عیسائیوں نے حضرت عمر کو یہ دعوت دی کہ وہ بیت المقدس اگر صلح کی دستاویز اپنے ہاتھ سے لکھیں تو یہ لوگ (عیسائی) اُن کو مسجد اقصیٰ شریف کی چابیاں حوالے کر دیں گے۔ حضرت عمر نے حسب عمل درآمد

قدیم کبار صحابہ سے مشورہ مانگا حضرت عثمان نے مشورہ دیا کہ آپ وہاں نہ جائیں تاکہ وہ اپنی زیادہ ذلت محسوس کریں اور انکی اس طرح تحقیر ہو لیکن علیؑ ابن ابی طالب نے رائے دی کے ضرور جائیں کیونکہ اسمیں ایک تاریخی اعزاز ہے۔ اور اس طرح مسلمانوں پر بوجھ کم ہوگا۔ حضرت عمر کو حضرت علیؑ کی رائے پسند آئی اور جانے کیلئے تیار ہو گئے" کتنے افسوس کا مقام ہے کہ جس ہستی نے قدم قدم پر کبار صحابہ کے مقابلہ میں ایک اور صائب رائے دی ہو اور ہلاکت سے بچایا ہو تاریخی اعزاز دلایا ہو اس کے تعلق سے حضرت عمر کے دل میں کتنی وقعت تھی اس کا اندازہ کرنے کے لئے ہم کتاب انوار نعمانیہ ص۱۰۳ تاریخ الجامع بلاذری' اور کتاب اصحاب ثلاثہ سے حضرت خلیفہ دوم عمر بن خطاب کا خط جو شام کے گورنر (جسکو موصوف ہی نے مقرر فرمایا تھا) کے نام ہے۔ اس کا اقتباس پیش کر رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس راز کے خط کا افشاء کس طرح ہوا اسکو بھی مختصر الفاظ میں تحریر کر دیں ہے بعد شہادت حضرت، امام حسینؑ علیہ السلام جس وقت کہ عبداللہ ابن عمر نے یزید کو خط لکھا اور اس میں انھوں نے یزید کو بہت لعنت ملامت کی تو یزید نے انھیں اپنے پاس بلوایا اور جب حضرت عبداللہ ابن عمر یزید کے خلوت کدہ میں پہنچے تو اس نے عبداللہ ابن عمر کے سامنے ایک خط پیش کر کے انکی

تصدیق چاہی کہ یہ تحریر اُن کے والد محترم حضرت عمر ابن خطاب کی ہے جب حضرت عبداللہ نے اپنے والد کی تحریر پہچان کر اسکی تصدیق کر دی تو اس نے کہا اسکو پڑھئے۔ جب آپ پورا خط پڑھ لیں تب مجھ سے بات کریں اور قتل حسینؑ کے سلسلے میں جو چاہیں کریں الغرض جب حضرت عبداللہ نے وہ خط پڑھا تو خاموش ہو کر مدینہ واپس چلے آئے ہے اس کے بعد سے اُن کا رویہ یہ تھا کہ لوگوں کو یزید کی مخالفت سے منع فرماتے رہتے تھے۔ اب حضرت عمر بن خطاب خلیفہ دوم کے خط کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

یہ خط عمر ابن خطاب کا معاویہ ابن ابی سفیان کے نام ہے آگاہ ہو کہ محمدؐ اپنے بعد علیؑ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے جسے ہم لوگوں نے پسند نہیں کیا اور انہیں خلیفہ بننے نہیں دیا اور اس کے بعد خلافت مجھ تک آئی اور میں نے تجھ کو تیرے بھائی کے مرنے کے بعد شام کا والی بنایا اس کا مقصد یہ ہے کہ علیؑ اور اولاد علیؑ کو فروغ پانے نہ دیا جائے اور جہاں تک بھی ممکن ہو انھیں دبا کر رکھا جائے اس لئے کہ یہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن ہیں پس تجھے چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو ان کو ذلیل کرنے اور ان کو دنیا سے نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھنا اور اس خط کو راز میں رکھنا۔ (حوالے اوپر دیئے گئے ہیں) اب اس خط کے تعلق سے ہم کیا لکھیں

ندوی صاحب نے تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے کمزور واقعات اور بیانات المرتضیٰ میں جمع فرما دیئے ہیں جن سے توہین اہلبیت علیہم السلام بالخصوص مولائے کل علیؑ مرتضیٰ و فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہوتی ہو اور واقعات کے ذریعہ شیعوں کو گمراہ کرنے کی سعی ناکام فرمائی ہے۔ ہم نے جناب معصومہؑ کونینؑ مادر حسنینؑ شریک حیاتِ فاتح بدر و حنین فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کی وصیت سواد اعظم کی مستند کتابوں سے دیکر یہ واضح کر دیا ہے کہ دخترِ رسولؐ شہزادیٔ بتول حضرت ابوبکر و عمر سے ناراض دنیا سے گئیں اسوقت حضرت امام حسنؑ کا سن مبارک تقریباً آٹھ سال اور امام حسینؑ کا سن مبارک سات سال جناب زینب بنت علیؑ ۶ سال اور جناب اُم کلثوم بنت علی ۵ سال کی تھیں بھلا بتلائیے اگر بغرض محال یہ تسلیم کیا جائے کہ بعد وفات سیدہ دہ سال تین سال کے بعد بھی حضرت عمر نے جناب ام کلثوم سے عقدہ کی درخواست کی تھی تو اسوقت حضرت عمر ۵۵ - ۵۶ سال کے ہوئے اور جناب ام کلثوم ۶ - ۷ سال کی بھلا بتائیے ۵۵ سال کا بوڑھا ۶ سال کی لڑکی جو رشتہ میں پڑنواسی بھی ہوتی ہے اُس سے عقد کی درخواست کرے تو یہ توہین کس کی ہوئی آج کے زمانے میں اگر ایسا عمل کوئی کرے تو دنیا اس پر لعنت کرے گی۔ ابھی ماضی قریب میں ایک معمر عرب نے حیدرآباد کی ایک ۱۲ - ۱۳ سالہ لڑکی سے عقد کیا اور اسکو لیکر اپنے وطن

ہوائی جہاز سے جارہا تھا۔ جہاز کی ایر ہوسٹس (جو ہندو تھی) نے یہ محسوس کر کے کہ یہ جوڑ مناسب نہیں لڑکی سہمی ہوئی ہے۔ ایک ہنگامہ کھڑا کردیا اور پولیس کو اس کی اطلاع کر دی نتیجہ یہ کہ بات مقدمہ بازی تک گئی عرب کو گرفتار کر لیا گیا لڑکی کو ہاسٹل میں رکھا گیا معمر عرب ضمانت پر رہا ہو کر وطن بغیر دلہن چلا گیا اور یہاں ایک طویل مقدمہ بازی کے بعد لڑکی والدین کے سپرد کر دی گئی مولوی سید ابوالحسن علی ندوی صاحب جو غالبًا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر بھی ہیں انھوں نے اس مقدمہ میں معمر عرب کی نمائندگی کر کے اُسے اُسکی دلہن نہ دلا سکے۔ آج کوئی بھی اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ سن کے اس تفاوت کے ساتھ شادی ہو تو بھلا اسلام کے پابند بلکہ حاکم خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب کیسے گوارہ فرماتے کہ اپنی پڑنواسی (سوتیلی ہی سہی) سے عقد فرمائیں یہ روایت محض شیعوں کو بہکانے کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس واقعہ کا مدلل دلائل عقلیہ اور معتبر کتب کے حوالوں سے جواب مرحوم امداد امام صاحب نے اپنی لاجواب تصانیف مِصْبَاحُ الظُّلَم میں دیا ہے۔ ہم طوالت کے خوف سے انکی عبادت کو یہاں نہیں دے رہے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اُم کلثوم اور محمدؐ حضرت خلیفہ اول کی اولاد میں سے تھے حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد یہ دونوں حضرت علیؑ کی سرپرستی میں آگئے۔ عرب میں لڑکے کا نام تو باپ کے نام

کے ساتھ مشتق ہو جاتا ہے جیسے طلحہ بن عبید اللہ، عمر ابن عاص، عبد اللہ ابن عمرو وغیرہ لیکن کے نام کے ساتھ اسکے باپ کا نام بہت کم لیا جاتا ہے لہٰذا محمدؐ تو اپنے باپ حضرت ابوبکر کے نام کے ساتھ مشہور ہوئے محمد بن ابوبکر لیکن اُم کلثوم بنت ابوبکر بہت کم لوگوں کی زبان پر تھا پھر خاندان بنی ہاشم کی یتیم پروری، شفقت اور نگہبانی کے سبب لوگ اُم کلثوم کو بھی حضرت علیؑ کی دختر سمجھنے لگے تھے حالانکہ اُم کلثوم بنت علیؑ اسوقت ۵ یا ۶ سال کی تھیں اور اُم کلثوم بنت ابوبکر ۱۲-۱۳ سال کی حضرت علیؑ نے خلیفہ دوم کے اصرار پر بنت ابوبکر کا عقد حضرت عمر سے فرمادیا ورنہ معتوب فاطمہ زہراؑ سے فاطمہ زہراؑ کی صاحبزادی کا عقد ۶ سال کے سن میں کرنا خلاف عقل و اخلاق بات تھی ۔

پچھلے صفحہ پر ہم نے راز کے خط کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر کلپہلے شہادت امام حسینؑ علیہ السلام کے سبب یزید ابن معاویہ کو بُرا بھلا کہنا اور اس پر اس سے ناراضگی کا اظہار کرنا لکھا تھا۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ چلتے چلتے ہلکا سا تبصرہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے حالات پر کر دیں اگرچہ یہ ہمارے اصل موضوع سے ذرا مختلف ہے لیکن خود مصنف المرتضیٰ نے بھی متعدد مقامات پر موضوع سے ہٹ کر بہت کچھ لکھا ہے بہرحال ہم اپنے قارئین سے معذرت کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر کے کردار

پر مختصر تبصرہ کر رہے ہیں جو ممکن ہے آپ کے لئے دلچسپ ہو۔

مولوی سید عباس حسین صاحب مرحوم نے متفقہ حدیث "من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاہلیۃ" "یعنی کوئی مسلمان بغیر معرفت خلیفہ اللہ کے مر گیا تو وہ کفر کی موت مرا" کے سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر حجاج ابن یوسف ثقفی کے پاس گئے اور کہلا بھیجا کہ میں عبدالملک ابن مروان کی بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اس نے کہلا بھیجا کل دن میں آؤ میں مصروف ہوں اس پر آپ نے حدیث بالا کا حوالہ دیکر فرمایا اگر میں رات میں بغیر بیعت کے مر جاؤں تو کفر کی موت ہوگی اسپر اُسنے آپکو اجازت دی اور آپ نے حجاج کے ہاتھ پر عبدالملک ابن مروان کی بیعت فرمائی۔ یہ واقعہ اعلان خلافت عبدالملک کے بہت بعد کا ہے۔ جب عبداللہ ابن زبیر اور عبدالملک ابن مروان کی جنگ ختم ہوگئی اور عبداللہ ابن زبیر مارے گئے تب عبداللہ ابن عمر نے عبدالملک کی بیعت کی۔ مولوی وحید الزماں خاں صاحب (جید عالم اہل سنت) حضرت عبداللہ ابن عمر کی تائید میں فرماتے ہیں۔ عبداللہ ابن عمر کا یہ مذہب تھا کہ جب مسلمانوں میں آپسمیں فتنہ ہو تو لڑنا درست نہیں دونوں طرف والوں سے الگ رہ کر خاموش گھر بیٹھ رہنا چاہیئے اسی

لئے عبداللہ ابن عمر نہ معاویہ کے شریک ہوئے اور نہ حضرت علیؑ کے گو حضرت علیؑ خلیفہ برحق تھے اور معاویہ والے باغی لیکن عبداللہ ابن عمر حضرت علیؑ کے لشکر میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ انھوں نے لوگوں کے اختلاف کی وجہہ سے حضرت علیؑ سے ابتک بیعت نہیں کی تھی (شاید اس وقت تک حضرت عبداللہ کو حدیث من مات الخ یا نہ آئی ہوگی) اور اس انتظار میں تھے۔ دیکھیں آئندہ کے معاملات کی صورت کیا پیدا ہوتی ہے۔ اگر حضرت علیؑ پر سب کا اتفاق ہو گیا تو ان ہی سے بیعت کرلیں گے۔ عبداللہ ابن عمر کا یہ خاص خیال تھا کہ جب تک لوگوں کا اتفاق کسی پر نہ ہو جائے وہ خلافت صحیح نہیں ہے۔ تعجب یہ ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے اختلاف کی وجہہ سے حضرت علیؑ کی بیعت کرنے میں تامل کیا لیکن یزید کی بیعت فوری کرلی۔ حالانکہ اہل مدینہ و اہل مکہ میں بہت سے اصحاب اور اہل بیتؑ رسولؐ اس کی بیعت کے خلاف تھے بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت اسوقت کی تھی جب اہل مدینہ نے اس کی بیعت کی تھی پھر اس کے بُرے اعمال دیکھکر اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑ دی اس پر یزید نے مسلم بن عقبہ کو لشکر دیکر مدینہ والوں کے قتل کے لئے بھیجا عبداللہ ابن عمر نے دیئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے بیعت

توڑی نہ تھی اور عبدالملک ابن مروان سے عبداللہ ابن عمر نے اسوقت بیعت کی جب وہ عبداللہ ابن زبیر پر غالب ہو گیا اور عبداللہ زبیر مارے گئے۔ اور سب مسلمانوں نے عبدالملک کی حکومت کو تسلیم کر لیا ورنہ عبداللہ ابن عمر کی نیت تھی کہ اگر عبداللہ ابن زبیر غالب ہو جائیں اور عبدالملک ابن مروان مغلوب تو عبداللہ ابن زبیر سے بیعت کر لیں" مولوی وحید الزماں خاں صاحب کی اس طویل شرح کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی یہی نتیجہ نکالے گا کہ حضرت عبداللہ ابن عمر خلافت الٰہیہ کے معیار سے واقف نہ تھے دوسرے یہ کہ ان کو حق و باطل سے کچھ مطلب بھی نہ تھا بلکہ ہر فاتح کو مستحق خلافت سمجھتے تھے چنانچہ مولوی وحید الزماں خاں صاحب کے اس جملے سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ " ورنہ عبداللہ ابن عمر کی نیت تھی کہ اگر عبداللہ ابن زبیر غالب ہو جائیں اور عبدالملک ابن مرواں مغلوب تو عبداللہ ابن زبیر سے بیعت کر لیں۔ اگر معیار خلافت الٰہیہ پیش نظر ہوتا تو ہرگز یہ نوبت نہ آتی اب ہم قارئین کرام سے معافی چاہتے ہوئے چند سوالات پیش کرتے ہیں۔

۱۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر کی نظر میں حضرت ابوبکر کی بیعت کا واقعہ نہ تھا کہ باوجود ایسے اختلافات کے آپ کے والد حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے

بیعت کرلی۔

۲۔ کیا عبداللہ ابن عمر نے اپنے والد بزرگوار کی زبان سے یہ جملہ نہیں سنا تھا "کانت بیعۃ ابی بکر فلتہ قدما اللہ شرھا" یعنی ابوبکر کی خلافت چھینی جھپٹی تھی جس کے شر سے خدا نے محفوظ رکھا"۔

۳۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے یہ احادیث سماعت نہیں فرمائے تھے "علیؑ مع الحق والحق مع علیؑ۔ علی مع القرآن والقرآن مع علیؑ مَنْ سَبَّ علیناً فقد سَبَّنِیْ۔

۴۔ کیا حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمار یاسر کے متعلق رسول اللہ کی حدیث نہیں سُنی "عمار کو باغی گروہ قتل کریگا" کیا حضرت عمار یاسر جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے طرف داروں میں نہ تھے اور معاویہ کی فوج نے انھیں شہید نہیں کیا۔؟

۵۔ کیا عبداللہ ابن عمر نے رسولِ اکرم کی یہ حدیث نہیں سُنی تھی "الحسنؑ والحسینؑ سیدی شباب اہل الجنۃ (حسنؑ اور حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں)

۶۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر کو اس کا علم نہ تھا کہ معاویہ نے صحابی رسول حجر ابن عدی کو مع ان کے چھ ساتھیوں کے شہید کروادیا جس پر ام المسلمین حضرت عائشہ نے معاویہ کی سرزنشت کی۔

۷۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر یہ نہیں سمجھ رہے تھے کہ علیؑ حق پر ہیں اور معاویہ والے باغی ایسی صورت میں اگر خاموش گھر بیٹھا جائے تو یہ ایک طرح ناحق کی تائید ہو گی اور حق کمزور ہو گا اور اگر حق پامال ہو جائے تو کیا خدا اور رسول کے مسئول نہوں گے۔

۸۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر نے آیت مباہلہ جس میں حسنین علیہم السلام کو فرزندان رسولؐ کہا گیا ہے نہیں پڑھی پھر ان فرزندان رسولؐ پر سب و شتم کرنے اور کروانے والے کیا ہوئے؟

۹۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر نے سرکارؐ دوعالم کی یہ حدیث نہیں سنی جس پر فرمایا قَالَ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ" (مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے) تیسیر الباری شرح بخاری)

۱۰۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی "مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ" کیا حجر ابن عدی مومن نہ تھے کیا حضرت امام حسینؑ کے ایمان میں شک ہے۔

۱۱۔ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر یہ نہیں جان رہے تھے کہ عبدالملک ابن مروان اور عبداللہ ابن زبیر کی جنگ دنیا کی بادشاہت کے لئے ہے (بقول مولوی وحیدالزماں خاں صاحب) آپ نے عبدالملک ابن مروان

کے ہاتھ پر بحیثیت خلیفہ بیعت کیسے کی۔ یہ سوالات تو حضرت عبداللہ بن عمر کی خدمت میں پیش کیے گئے ہیں کیا ان سوالات کے جواب مولوی ابوالحسن علی ندوی صاحب دیں گے۔ یہاں ہم مولائے کائنات حلال مشکلات باب علم النبی علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی نہج البلاغہ سے نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور اپنے معزز قارئین کو اس پر غور کرنیکی دعوت دے رہے ہیں اور گزارش کرتے ہیں کہ اسکو اچھی طرح یاد رکھیں خطبہ نمبر ۱۷ (صفحہ ۴۷۷ نہج البلاغہ مطبوعہ لاہور) ارشاد ہوا۔ وَقَالَ علیہ السلام فی الذین اعتزلوا القتَالَ معہ خذلوا الحق ولم ینصروا الباطل: ترجمہ: ان لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔" اس کی تشریح میں مولف حضرت سید رضیؒ فرماتے ہیں یہ ارشاد ان لوگوں کے متعلق ہے جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے عبداللہ ابن عمرؓ، سعد ابن ابی وقاص، ابو موسیٰ اشعری، احنف بن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ بیشک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی مگر حق کی نصرت سے بھی ہاتھ اُٹھا لینا ایک طرح باطل کو تقویت پہنچانا ہے اس لئے ان لوگوں کا شمار گروہ مخالفین میں ہو گا۔"

اب ہم مزید تفصیل بیان کر کے فہم قارئین کی توہین کرنا نہیں چاہتے

باب چہارم کے اختتام سے قبل "حضرت علیؑ کو خلیفہ دوم حضرت عمر کی وفات کا غم اور اعتراف" کے تحت فرماتے ہیں حضرت علیؑ حضرت عمر کی وفات پر رو رہے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیوں رو رہے ہیں تو فرمایا عمر کی موت پر رو رہا ہوں الخ" یہ جملہ پڑھکر ہمیں مولوی ندوی صاحب کی قابلیت کا اندازہ ہو گیا' وفات رسولؐ اکرم کے سلسلہ میں صفحہ ۹۲ پر تحریر فرمایا کہ اہلبیتؑ رسول اللہ صلعم نے رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے غسل و تکفین کی خدمت انجام دی لیکن اِن تمام محبتوں کے اور اس تعلق کے باوجود جس کی مثال نہیں مل سکتی آپؐ پر کوئی نوحہ کناں نہوا" اور اب صفحہ ۱۸۶ پر حضرت علیؑ کے تعلق سے فرما رہے ہیں کہ وہ حضرت عمر کی وفات پر رو رہے تھے یہ علیؑ مرتضیٰ کی جناب میں سنگین گستاخی ہے۔ کیا حضرت علیؑ کو ارشاد رسول خدا یاد نہ تھا یا پھر حضرت علیؑ رسول اللہ سے زیادہ حضرت عمر کو چاہتے تھے؟ ندوی صاحب ان میں کیا درست ہے فرمائیں؟ قارئین کرام اس بات کا اندازہ فرما چکے ہوں گے کہ ہم حد درجہ احتیاط اور رواداری و نیز ادبی حدود میں رہ کر کتاب المرتضیٰ پر غیر جانبدارانہ تبصرہ کر رہے ہیں علم مناظرہ اشرف علوم سے ہے اسکی مدد سے حق و باطل میں فرق کر کے ہر شخص حق کا پیرو بن سکتا ہے۔ لیکن جہلا نے اسکو ارذل علم بنا دیا اسی لئے ہم مناظرہ

ترک کر کے صرف تاریخی اسنادات اور کتب اہلسنت سے مصنف المرتضیٰ
کی غلط بیانیوں کا پردہ چاک کر رہے ہیں ہم نے کبھی کسی صحابی رسولؐ
کی توہین یا ان کی شان میں گستاخی نہیں کی اور اسکو سخت برا سمجھتے
ہیں ہماری ساری عقیدت وارادت ذات رسول سے ہے ہم رسولؐ
اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کے طفیل میں ہم نے راہ ہدایت پائی ہے اور
صرف اُن کے ارشادات پر سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ جب خدا نے اپنے
حبیب کی زبان سے کہلوایا "کہدو رسول میں اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا
صرف میرے اہلبیتؑ سے مودت اختیار کرو" تو ہم نے اہلبیتؑ علیہ السلام
سے راہ مودت استوار کی۔ جب خدا نے مباہلہ کے موقعہ پر حسنؑ اور حسینؑ
کو فرزندان رسولؐ قرار دیا تو ہم نے اُن سے ربط و نسبت اختیار کی جب
علی کو نفسِ رسولؐ بتلایا گیا تو رسول کے نفس سے ہم کیسے بے تعلق
رہ سکتے ہیں، فاطمہ تو پارۂ جگر ہیں آیت مباہلہ کے علاوہ متعدد مقامات
پر خود رسالت مآب نے فاطمہ کو اپنا حصہ اپنا نفس اپنا قلب قرار دیا
تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم قلب رسولؐ سے معاذ اللہ کنارہ کش ہو جائیں اور
ایک اہم بات اور متفقہ روایت یہ ہے قرآن قلب رسول پر نازل ہوا علیہ نازل ہوا۔ اس لحاظ
سے تو ہم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے عقیدت و وابستگی کے بغیر قرآن
پڑھ ہی نہیں سکتے ہاں اعداء آل محمدؐ سے ہم نے ہمیشہ دوری اختیار کی
تبرہ کے معنی ہی دوری کے ہیں ابو لہب رسولؐ خدا کا چچا تھا لیکن دشمن

رسولؐ ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں حضرت ابو طالبؑ یہ بھی چچا تھے لیکن رسول اللہ کو انھوں نے بیٹے کی طرح پالا اسلئے ہم حضرت ابو طالب علیہ السلام کا احترام کرتے ہیں لیکن نام نہاد مسلمان ان کے ایمان میں شک کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انھوں نے کلمہ نہیں پڑھا حالانکہ ایمان ابو طالبؑ جو رسول اللہ کے چچا، مربی، سرپرست اور تبلیغ اسلام میں ممدو معاون رہے ہوں محض علیؑ مرتضیٰ کے باپ ہونے کے سبب ان کے ایمان کی بحث کرتے ہیں قرآن میں حضرت ابو طالب کے عمل (پرورش رسول) کو خدا نے اپنی طرف نسبت دی ہے مگر بغض بنی ہاشم ان سب باتوں سے صرف نظر کر کے بس کسی طرح سے علیؑ کے باپ کو کافر قرار دینے پر تلا ہوا ہے۔ ہم نے بس ان ہی شخصیتوں پر تنقید کی ہے جن کا شرک و نفاق اور آل پیمبرؐ سے مخالفانہ رویہ آشکار ہو گیا۔ ذرا غور فرمائیے قرآن میں ایک پورا سورہ منافقین کی مذمت میں موجود ہے پھر بھی ہمارے بھولے بھالے کلمہ گو اور مولوی ندوی صاحب جیسے سیدھے سادھے مسلمان سب کو نجات دہندہ اور بنی اُمیہ کی حدیث فیکٹری سے ڈھلی ہوئی احادیث "میرے اصحاب سب کے سب مثل ستاروں جیسے ہیں کسی کی بھی پیروی کرو نجات پا جاؤ گے" یا "میرے اصحاب کُل کے کُل عادل ہیں (بلا تخصص) یہ احادیث آیات قرآنی سے

متصادم ہو رہی ہیں مگر مسلمان ان پر ایمان لے آئے اور ان پر غور و فکر کی زحمت گوارا کرنے تیار نہیں ۔ ہم نے حال ہی میں ایک مختصر رسالہ " جواہر پارے " مجموعہ احادیث جو صرف " صحاح " سے نقل کی گئی ہیں بلا تبصرہ شائع کیا ہے ان تمام احادیث میں صحابہ کرام کے ایک گروہ کے اسلام سے ہٹ جانے کا ذکر ہے یہ سب دیکھتے اور پڑھتے ہوئے ہم تو آنکھ بند کر کے کل صحابہ کی مدح نہیں کر سکتے ہاں مولوی ندوی صاحب ابو سفیان جیسے فاسق معاویہ جیسے باغی کو حضرت اور رضی اللہ عنہ کہہ سکتے ہیں کیا صحابہ کرام کی فہرست میں حضرت ابوذرؓ غفاری حضرت مقدادؓ حضرت سلمانؓ فارسی ، حضرت کمیلؓ حضرت عمار یاسرؓ نہیں ہیں ہم انکی خاک قدم کو سرمۂ چشم بینا نے کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں اب باب چہارم ختم کرنے سے قبل مولوی شبلی نعمانی نے الفاروق کو ختم کرتے وقت دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عمر کے سوانح اور حالات جس تفصیل سے اور صحت کے ساتھ الفاروق میں لکھے گئے ہیں وہ تفصیل و صحت کی آخری حد ہے " کی جانب بھی توجہ کریں ۔ بہترین مدح جو حضرت عمر کی ہو سکتی ہے ۔ وہ مولوی شبلی کی رائے میں شاہ ولی اللہ دہلی کی فارسی عبارت میں

کنگئی سے ہے جس پر مولوی شبلی نے الفاروق کو ختم کیا ہے کیونکہ اس سے بہتر کوئی اور عبارت حضرت عمر کی جامعیت کمالات کے اظہار میں نہیں لکھی جا سکتی (ہم فارسی عبارت کا لب لباب تحریر کر رہے ہیں) یاد رکھیئے جب کسی صفت میں کسی کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے تو مشبہ بہ اُس صفت کا بہترین مظہر اور حامل سمجھا جاتا ہے اور جسکو تشبیہ دیتے ہیں اُس کا اتنا ہی کمال کافی ہے کہ اس صفت میں اس کے لگ بھگ ہے زیادہ سے زیادہ برابر یہ کبھی نہیں ہوتا کہ مشبہ بہ کو مشبہ سے اُس صفت میں کمتر خیال کیا جائے اگر مشبہ بہ کو اُس سے کمتر جانتے تو پھر تشبیہ ہی کیوں دیتے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمر کو پہلی تشبیہ سکندر اعظم سے دی اس سے چار صفات میں تشبیہ دی ہے ملک گیری، جہاں ستانی، جمع جیوش، اور برہم زدن اعداد، اب ان چاروں صفات کے حالات سنئے سکندر کی عمر بیس سال کی تھی اسکے باپ فلپ کی ۴۷ سال کی عمر طبعی تک اگر فلپ زندہ رہتا تو سکندر کا شوق اور ہوس ملک گیری بڈھا ہو جاتا، سکندر اور اسکی ماں نے اڑا دیا کہ فلپ سکندر کو تخت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ اسی سبب فلپ قتل کر دیا گیا اب جہاں ستانی اور برہم زدن اعداء کی سنئے جب شہر صور کو فتح کیا تو نہتے شہریوں کے قتل عام کا حکم دے دیا

یہ اس وجہ سے کہ صور کی فوج کی بہادری کے سبب بہت تاخیر سے اس کو فتح نصیب ہوئی ۔ ایک ہزار شہریوں کے سر شہر پناہ کی دیوار پر لٹکا دیئے گئے ۔ اور تیس ہزار باشندوں کو لونڈی غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا ۔ اسی طرح شہر طھبس THEBES کا بھی حال کر دیا ۔ ایتھینز میں مخالفین کو اپنی طرف کرنے رشوت دی ۔ سب سے بڑے خطیب پھوسین PHOCIAN کے پاس کافی رشوت بھیجی ۔ اس قسم کی جہاں ستانی جمع جیوش، برہم زدن اعداء حضرت عمر کے لئے ہی باعث فخر ہوسکتی ہے، دوسری تشبیہ نوشیرواں کے انصاف پر فخر ہوتا ہے سب سے بڑا ظلم تو کفر ہے ۔ ایک مسلمہ ظالم کا انصاف کیا اور وہ حکومت الیہہ کے سردار کے لئے کیونکر باعث فخر ہو سکتا ہے اب رہے امام مالک، ابو حنیفہ، جلال الدین رومی ابن عمر و عطار وغیرہ سے تشبیہ ان سے ساتھ مقابلہ کیا جانا ہی باعث ننگ خلیفہ ہے ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کی یہ عبارت تو حاکم حکومت الیہہ کے لئے مدح نہیں ہے بلکہ قدح ہے اب ذرا اس مشابہت کو ملاحظہ فرمائیں حاکم حکومت الیہہ ایسا ہوتا ہے ۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا خداوند تعالیٰ نے میرے بھائی علیؑ کو اتنے فضائل عطا کئے ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہو

سکتا۔ جس نے ان میں سے ایک فضیلت کا قائل ہو کر ذکر کیا خداوندِ عالم اس کے گناہانِ ماضی وحال کو بخش دیتا ہے جو چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں نوح کو ان کے فہم میں ابراہیمؑ کو ان کے خلق میں موسیٰؑ کو صفت کلیمی میں عیسیٰؑ کو ان کی مسیحائی میں محمدؐ کو ہدایت کرنے کی اہلیت میں اور علم میں دیکھے اس کو چاہیئے کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو دیکھے اب ہم باب چہارم ختم کر رہے ہیں آئیے باب پنجم پر روشنی ڈالیں ۔ باب پنجم کے سینتیس ۳۷ صفحات میں خلیفہ سوم حضرت عثمان ابنِ عفان کے فضائل ان کے انتخاب کو حق بجانب قرار دینے، ان کی اصابت رائے، دور اندیشی، فتوحات، اور حضرت علی کا ان کے ساتھ مخلصانہ تعاون ثابت کرنے پر پورا پورا زور قلم صرف فرمایا ہے جنحضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کے تحت صفحہ (۱۹) پر لکھا ہے حضرت عمر کی وفات کا واقعہ تفصیل سے گزر چکا ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے خلیفہ منتخب کرنے کی ذمہ داری ایک مجلس کے سپرد کی جو چھ ۶ افراد پر مشتمل تھی وہ چھ ۶ افراد یہ تھے۔ عثمان بن عفان علیؑ ابن ابی طالب، طلحہ بن عبید اللہ زبیر بن العوام سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمٰن بن عوف اور وصیت فرمائی کہ جب تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے تین ۳ دنوں تک صہیب بن سنان الرومی نماز دل میں

مسلمانوں کی امامت کریں گے۔ اور فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ لوگ عثمان اور علیؑ کے مقابلے میں کسی اور کو ترجیح دیں گے۔ ہم یہاں سواد اعظم کی تاریخوں سے مختصراً مجلس شوریٰ کے تعلق سے تحریر کر رہے ہیں۔ چونکہ عبد الرحمٰن بن عوف نے خلافت کی اُمیدواری سے دستبرداری اختیار فرمالی تھی لہٰذا انھیں مجلس شوریٰ کا صدر بنا دیا گیا۔ زبیر بن العوام نے حضرت علیؑ کے حق میں اپنی دستبرداری کا اعلان کیا۔ طلحہ نے اپنا حق حضرت عثمان کو دے دیا اور سعد نے اپنا حق عبد الرحمٰن کو دیدیا یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہلے تو یہ مجلس شوریٰ ہی قابل اعتراض ہے جب یہ بات تسلیم کرلی گئی کہ انتخاب خلیفہ کا حق مسلمانوں کو دے دیا گیا تو پھر یہ چھ۶ افراد جو خود بھی حقدار خلافت ہیں ان کی کمیٹی بنانا انصاف نہیں۔ مزید تماشہ یہ کہ صدر شوریٰ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے خود اپنی طرف سے کسی کا انتخاب نہیں فرمایا بلکہ تین دن اور تین راتیں عامۃ المسلمین سے مشورہ یہاں تک کہ پردہ نشین خواتین اور مکتب کے بچوں سے بھی ان کی رائے معلوم کی اور جب کسی دو۲ نے بھی ان کے خلاف نہیں کہا تب چوتھے روز سب کو جمع کرکے حضرت علیؑ اور حضرت عثمان کو بلایا اور کہا کہ میں نے لوگوں کی آراء جمع کی ہیں کسی کو آپ کے خلاف نہیں پایا پھر حضرت علیؑ کو منبر کے پاس بلایا اور کہا آپ

میرے ہاتھ پر عہد کرتے ہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکام اور ابوبکر و عمر کے طریقہ خلافت پر کام کروں گا؟ حضرت علیؑ نے فرمایا اس کا وعدہ نہیں کرتا۔ (یہ جملہ کسی تاریخ میں نہیں بلکہ حضرت علیؑ نے فرمایا کتاب خدا اور سنّتِ رسولؐ پر تو ہمیشہ سے کاربند رہا ہوں اور آئندہ بھی رہونگا لیکن سیرتِ شیخین پر چلنا ممکن نہیں) مصنف المرتضیٰ نے حضرت علیؑ سے منسوب یہ جملہ کہ "اس کا وعدہ نہیں کرتا گویا اِن شرائط بالا میں کسی کی پابندی کا وعدہ نہیں کرتا گویا ان شرائط بالا میں کسی کی پابندی کا وعدہ نہیں کرتا لکھ کر عوام کو حضرت علیؑ کے تعلق سے گمراہ کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ظاہری طور پر حضرت عمر کا مقصد ان چھ افراد میں سے پانچ کو مل کر خلیفہ منتخب کرنا تھا ورنہ ایک بند مکان میں مقید کر کے اور برہنہ تلواروں کے سایہ میں تین روز تک رہ کر انتخاب خلیفہ کا فیصلہ کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن نے تو ان پانچ حضرات سے معلوم کیا اور نہ خود اپنی رائے سے کسی کو منتخب فرمایا جب عوام مرد و زن اور مکتب کے طالبِ علموں سے تنہائی میں ان کی رائے معلوم کرنا پھر بھی مطمئن ہو کر چند شرائط عائد کرنا کِس اصول سے درست ہے کیا اِن شرائط پر کاربند نہ ہونے کا امکان تھا جب کہ ہر مسلمان قرآن و سنّتِ رسولؐ پر عمل پیرا ہوئے بغیر مسلمان ہی نہیں

رہتا پھر جب حضرت علیؑ کو صحابہ کرام دیکھ چکے تھے کہ وہ حضرت ابوبکر کی وفات پر کن جذبات کا اظہار فرما رہے تھے اور بقول مصنف المرتضیٰ حضرت علیؑ نے شیخین کی بیعت کرلی تھی ان سے یہ پوچھنا کہ آپ ان کے طریقہ پر خلافت چلائیں گے یا نہیں ایک مہمل سوال ہے اور اگر یہ سوال کر لیا تھا اور حضرت علیؑ نے سیرت شیخین پر چلنے سے انکار کر دیا تھا تو یہ تمام حضرات جنھیں جنت کی سند مل چکی تھی (عشرہ مبشرہ) حضرت علیؑ کو ٹوک سکتے تھے کل تو آپ حضرت عمر کی وفات پر آنسو بہا رہے تھے اور حضرت ابوبکر کے تعلق سے فرما رہے تھے کہ اللہ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے (المرتضیٰ ۱۵۵) اور آج ان کی سیرت سے گریز کر رہے ہیں کیا آپ نے اپنے نفس کو ان کے ہاتھوں بیع نہیں فرمایا تھا۔ ان بعید از عقل باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے (ہم آگے بتلائیں گے کہ اصل واقعہ کیا تھا)۔

مصنف المرتضیٰ نے گھما پھرا کر لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کو جو خود بھی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے بلند پایہ عالم اور اجتہاد کے اہل تھے پورا پورا حق تھا کہ اس شرط کو قبول نہ کریں کیا ہمارے ذہین قارئین مولوی ندوی صاحب کا یہ استدلال سمجھ گئے؟ جب چودہ سو برس بعد والے ایک مولوی صاحب نے حضرت علیؑ کے انکار کا سبب جان لیا

تو حضرت عبدالرحمٰن ابنِ عوف صدر مجلسِ شوریٰ برگزیدہ صحابی جنت کی سند یافتہ شخصیت اس رمزِ علیؑ کو نہ جان سکی جب کہ پہلے اِن کا حضرت علیؑ سے خطاب بتا رہا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ سے بہتر علیؑ کو سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔ یا پھر کوئی اور مصلحت تھی؟

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جمیع اصحاب پیغمبرؐ اور خصوصیت کے ساتھ جن حضرات کا سابقہ شب و روز علیؑ کے ساتھ رہا ہے وہ اُن کی سیرت مبارکہ جس میں نفاق کا گزر نہیں جن کا ظاہر و باطن ایک تھا ان سے خوب واقف تھے۔ اور وہ حضرات یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت علیؑ نے شیخین کی بیعت کس طرح کی یا کی ہی نہیں؟ ہم اس دعوے کے ثبوت میں آئندہ صفحوں پر حضرت خلیفہ دوم عمر بن خطاب کا بیان (حضرت علیؑ کے تعلق سے) ہدیہ ناظرین کریں گے فی الحال دیگر ذرائع سے جو روایات کتابوں میں درج ہیں ان کو پیش کر کے اس پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ یقین مانئے ہمیں ان واقعات قارئین کے ذہنوں پر مسلط کرنے کی خواہش نہیں۔ حضرت خلیفہ دوم کے انتقال کے بعد حضرت عبدالرحمان نے اپنے ہم مزاج و ہم خیال حضرات سے مشورہ کیا۔ سیرت و کردارِ علی کا مطالعہ کرنے والے جہاندیدہ حضرات نے کہا کہ حضرت علیؑ شیخین کی طرز حکومت سے ہمیشہ

شاکی رہے ہیں اور متعدد مرتبہ اُن کے فیصلوں کو رد کر کے درست مشورہ دیا ہے اب اگر اُن سے کہا جائے کہ آپ شیخین کی پیروی کریں تو وہ ہرگز راضی ہونگے اس طرح آپ اپنے سالے حضرت عثمان بن عفان کے لئے راستہ صاف کر لیں گے ہم اس بیان کی تائید میں مسور ابن مخرمہ جو حضرت عبدالرحمٰن کے بھانجے ہیں ان کا بیان نقل کرتے ہیں "ہم اس وقت یہ خیال بھی نہ کر سکتے تھے کہ سوائے علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے کوئی اور خلیفہ ہو گا ہم کو یقین تھا کہ کل علیؑ ابن ابی طالبؑ ہی خلیفہ ہوں گے لیکن میرے خالو (ماموں) عبدالرحمٰن بن عوف رات بھر گھر گھر پھرتے رہے اور پوشیدہ طور پر عمر عاص اور مغیرہ بن شعبہ کو اپنا ہم خیال بنا لیا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ علیؑ نہیں بلکہ عثمان خلیفہ ہو گئے۔

اب ہم حضرت علیؑ کی سیرت و کردار کے تعلق سے خلیفہ دوم حضرت عمر کی واقفیت کتاب اصفہانیہ ابو عثمان جاحظ اور ابنِ ابی الحدید علمائے اہلسنت کی کتابوں سے نقل کر رہے ہیں: بزم شوریٰ کے لئے جب قرعہ انتخاب اُن چھ ناموں پر پڑا تو آپ نے (حضرت عمر نے) فرمایا کہ ان لوگوں کو بلاؤ چنانچہ یہ لوگ آئے آپ نے ان سب کی طرف دیکھا اور فرمایا کیوں تم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ خلافت اسکو دی جائے سب چپ رہے تو پھر حضرت عمر نے کہا بولو تم میں

سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ میرے بعد خلافت اس کو ملے" اس پر حضرت زبیر ابن العوام نے بڑھ کر کہا اور اس منصب سے ہمیں ہٹا کون سکتا ہے۔ جب تم خلافت کے مالک ہو گئے درانحالیکہ ہم تم سے کسی مرتبہ میں کم نہیں نہ سبقت کے اعتبار سے نہ قرابت کے اعتبار سے (ابو عثمان جاحظ نے لکھا ہے کہ چونکہ زبیر کو یقین تھا کہ عمر مر جائیں گے اس لئے اتنا کہنے کی جراوت ہوئی) حضرت عمر نے کہا اچھا میں تم لوگوں کے لئے اپنی رائے کا اظہار کروں۔ چنانچہ آپ نے ان لوگوں کے لئے جن کے لئے رسول اللہؐ یہ فرما چکے تھے کہ میں ان سے راضی ہوں۔ اور جن کا عشرہ مبشرہ میں شمار ہے جو مہاجرین تھے اور رسولؐ اللہ سے قرابت رکھتے تھے ان کے تعلق سے فرمایا۔ اچھا سنو زبیر تم تو مومن الرضا اور کافر الغضب ہو۔ راضی ہوئے تو یوں کہ کوئی انتہا نہیں اور غصہ کیا تو ایسا کہ جسکی کوئی حد نہیں۔ ایک دن تم انسان رہتے ہو اور دوسرے دن شیطان ہو جاتے ہو اگر تمہیں خلافت سپرد کی جائے تو تمہاری رعایا اور قوم میں ایک تلاطم خیز طوفاں برپا ہو گا اور تھوڑے جو پر جھگڑے ہوتے ہوئے دکھائی دیں گے یہ تو بتاؤ کہ تم جب شیطان ہوں گے اس دن خلافت کون کرے گا اور تمہارے غصہ کے دن امام کون ہو گا۔ خدا تمہیں خلافت کبھی نہ دے گا۔ تم میں یہ شکایت

موجود ہے پھر آپ طلحہ کی طرف مخاطب ہوئے (انھوں نے آپ کی خلافت پر شدید نکتہ چینی کی تھی۔ لہٰذا آپ اُن سے بہت ناراض تھے) آپ نے کہا طلحہ کچھ کہوں یا چپ رہوں، طلحہ نے کہا جی نہیں ضرور فرمائیے۔ چپ کیوں رہئیے اور یہ تو میں جانتا ہوں کہ آپ کے منہ سے اچھی بات کبھی نہ نکلے گی نہ اب تک نکلی ہے۔ اس پر حضرت عمر نے کہا اچھا سنو میں تمہیں اُس دن سے جانتا ہوں ...... اور سنو رسول اللہؐ کی وفات ہوئی اور وہ تم سے ناراض اٹھے۔ اس بات سے جو تم نے اُس دن کہی تھی جب آیتِ حجاب اُتری تھی (ابو عثمان جاحظ اس کلمہ کی شرح میں جو آیت حجاب کے دن طلحہ کے منہ سے نکلا تھا یہ کہ جب آیتِ حجاب اُتری تو کہا آیت کے اترنے سے کیا فائیدہ کل رسول اللہؐ مر جائیں گے اور ان کی بی بیوں سے ہم عقد کریں گے) پھر سعد ابنِ وقاص سے خطاب فرماکر کہا تم لوٹ مار کے عادی، قدر اندازی اور کمان کشی کے دلدادہ ہو تمہیں یا بنی زہرہ کو خلافت سے کیا لگاؤ پھر عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف خطاب کیا اور کہا نصف ایمانِ مسلمین کا وزن تمہارے ایمان سے کیا جائے تو تمہارا ایمان کا پلہ بھاری نکلے گا مگر یہ کہ تمہاری رائے میں اور تم میں وہ کمزوری ہے کہ خلافت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور پھر بنی زہرہ کو خلافت سے کیا تعلق؟

پھر حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی طرف مڑے اور فرمایا بھائی کتنا اچھا ہوتا اگر تم کو خلافت ملتی تو تم لوگوں کو حق واضح اور دلیل روشن کی طرف لیجاتے مگر یہ کہ تم میں مزاحی مادہ ہے اور ذرا طبیعت میں ظرافت ہے پھر آپ عثمان بن عفان کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا او ہو تم اے عثمان میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ گویا قریش نے خلافت تمہارے سپرد کر دی کیونکہ تم اس پر مٹے جا رہے ہو اور تم بنی اُمیہ اور بنی ابی معیط کو سر چڑھا رہے ہو اور انھیں لوگوں کے سروں پر بٹھا رہے ہو پھر گویا دیکھ رہا ہوں تم نے ان لوگوں کو بہت کچھ دیا اور عرب کی بھیڑیوں کا ایک گروہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے جس نے تمہیں تمہارے بستر پہ ذبح کر دیا۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے خلافت تمہیں دی تو تم ایسا ہی کرو گے اور جب تم ایسا کرو گے تو وہ تمہیں ذبح کئے بغیر چھوڑیں گے نہیں پھر حضرت عثمان کے سر کے بال پکڑ کر کہا دیکھو عثمان جب ایسا وقت آئے تو میری پیشین گوئی کو ضرور یاد کر لینا۔ (یہ تمام واقعات فراستِ عمر پہ ابو عثمان جاحظ نے کتاب اصفہانیہ میں درج کئے ہیں اور ابن ابی الحدید نے اُس سے نقل کیا ہے) اب ہم حضرت عمر کی اس فراست پر کیا تبصرہ کریں۔ قارئین خود ہی غور فرمالیں اور راگ ندوی صاحب سے گذارش کریں کہ وہ اس پر روشنی ڈالیں تو بہتر ہوگا

ہر جگہ ہمکو جذبہ رواداری کچھ کہنے سے روکتا ہے۔ ورنہ ان جنت کی سند یافتہ شخصیتوں کے بارے میں ہمارے اپنے ذرائع سے بہت کچھ مواد موجود ہے لیکن اسکو پیش کر کے گفتگو کو تلخ نہیں کرنا چاہتے اس کتاب "الحق مع علیؑ" کے پڑھنے والے محسوس کر چکے ہوں گے کہ مولوی ابوالحسن علی ندوی صاحب بنی اُمیہ کے کتنے بڑے حامی اور وکیل ہیں اور ظاہر ہے خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان کا تعلق بھی بنو اُمیہ سے ہے اس لئے اس باب پنجم میں مصنف المرتضیٰ حضرت عثمان کی جتنی توصیف و تعریف کریں کم ہے۔ جہاں پر مدح حضرت عثمان سے ان کا قلم رُک جاتا ہے وہاں وہ اپنے استاد عقاد کا بیان در مدح عثمان بن عفان نقل کر دیتے ہیں ایک سرسری اندازے کے مطابق کتاب المرتضیٰ کا ۸/۱ حصہ استاد عقاد کے فرمودات سے مملو ہے۔ صفحہ ۱۹۶ پر جوش عقیدت میں وہ اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ پچھلے صفحات میں جو کچھ لکھا اسکی خود ہی تردید کر گئے۔ اسی مقام پر لوگ کہتے ہیں " دروغ گورا حافظہ نہ باشد" ہم نمونتاً وہ جملہ نقل کرتے ہیں " حضرت عثمان کا حضرت عمر کے یہاں بڑا درجہ تھا لوگ جب کوئی بات حضرت عمر سے معلوم کرنا چاہتے تو حضرت عثمان یا حضرت، عبدالرحمٰن کی مدد لیتے تھے حضرت عثمان کو حضرت عمر کی ردیف کہا جاتا تھا" (ردیف مصرعہ کے

ساتھ مسلسل رہتی رہے) ابھی باب چہارم میں حضرت عمر کا حضرت علیؑ سے ربط اور فقہی و عدالتی امور میں صرف حضرت علی سے مشورہ لینا نہاوند کی جنگ کے موقعہ پر حضرت طلحہ اور حضرت عثمان کے مشورہ کو نظر انداز کر کے صرف حضرت علی کی رائے پر عمل کرنا، یرموک کی جنگ سے پہلے بھی صرف حضرت علی کی رائے پر عمل کیا گیا حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن کے مشورے کو رد کر دیا گیا۔ بیت المقدس جا کر مسجد اقصیٰ کی چابیاں عیسائیوں سے حاصل کرنے کے سلسلہ میں بھی حضرت عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف کے مشوروں کو ٹھکرا کر حضرت علیؑ کی رائے پر عمل کرنا بیان کر کے اب حضرت عمر کا صرف حضرت عثمان کا حضرت عمر کے یہاں بڑا درجہ تھا تحریر فرما دیا اب کون پوچھے حضرت عمر کے پاس علیؑ کا درجہ بلند تھا یا عثمان کا ؟۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی عقیدت سے مملو وہ فقرات "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ اگر نہ ہوتے تو ہماری بڑی فضیحت ہوتی" اگر علیؑ مسجد میں نہ ہوں تو کوئی فتویٰ نہ دے، علیؑ جیسا فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب لکھکر مصنف المرتضیٰ نے اب بنی اُمیہ سے عقیدت کے جوش میں لکھدیا کہ حضرت عمر کے پاس حضرت عثمان کا بڑا درجہ تھا کیا اس سلسلہ میں کوئی واقعہ یا حضرت عمر کا ان کے تعلق سے اظہار خیال بتلا سکتے ہیں۔

اب دیکھئے عقیدت و محبت حضرت عثمان غنی میں قلم سے موتی جھڑانا" شاید حکمت الٰہی کا تقاضہ اور مسلمانوں کے حق میں خیر و برکت کے الٰہی فیصلہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمر کی جانشینی حضرت عثماں کے حصے میں آئی۔ ہم پر الزام ہے کہ ہم لوگ صحابہ کرام کا احترام نہیں کرتے ان کے تعلق سے غلط باتیں بیان کرتے ہیں۔ مگر یہاں مصنف المرتضیٰ مولوی ابوالحسن ندوی صاحب نے تو خلفاء سے ثلاثہ (حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان) تمام اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ کے اراکین کی جو توہین فرمائی ہے۔ اسے کوئی نہیں سمجھ رہا ہے کیا؟ فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر پہلے خلیفہ ہوئے یہ قدرت کا منشا تھا۔ حضرت عمر کے لئے حضرت ابوبکر نے وصیت فرمادی۔ مشیت الٰہی یہی تھی' حضرت عثمان تیسرے خلیفہ ہوئے شاید حکمت الٰہی کا تقاضہ اور مسلمانوں کے حق میں خیر و برکت کے الٰہی فیصلہ کا نتیجہ تھا" یعنی قدرت کا منشا تمام اصحاب میں حضرت ابوبکر کو ہی خلیفہ بنانا تھا (مگر حضرت عمر نے تو اسکو فلتہ کہا گویا قدرت کے منشا کو......) حضرت ابوبکر نے وصیت کے ذریعہ حضرت عمر کو خلافت بخش دی گویا مشیت الٰہی یہی تھی (گویا تمام صحابہ میں نگاہ مشیت میں اور حضرت ابوبکر کی نظر میں ان سے بڑھکر کوئی نہ تھا تیسرے خلیفہ حضرت عثمان ہوئے یہ بھی

حکمت الہی (یا حکمت عبدالرحمن بن عوف) کیا باقی صحابہ نااہل تھے (معاذاللہ) کیا اگر حضرت عثمان کے بجائے حضرت عبدالرحمن خلیفہ ہو جاتے یا حضرت زبیر تو مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کے الہی فیصلہ کا نتیجہ نہ ہوتا اب ہم مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کے الہی فیصلہ کے تعلق سے جنہیں خیر و برکت نصیب ہوئی انکی فہرست پیش کریں گے۔

حضرت عمر نے اپنے متوقعہ جانشینوں سے وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اپنے قبیلہ کے لوگوں کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط نہ کر دینا (طبری، طبقات ابن سعد) حضرت عمر نے جو عرب کی قبائیلی عصبیتوں سے پوری طرح واقف تھے انھیں خوف پیدا ہوا کہ کہیں فتنے پھر جاگ نہ جائیں انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے حضرت عثمان کے متعلق کہا "اگر میں ان کو اپنا جانشین تجویز کر دوں تو وہ بنی ابی معیط (بنی اُمیہ) کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیں گے۔ اور وہ لوگ اللہ کی نافرمانیاں کریں گے خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان یہی کریں گے اور اگر عثمان نے یہ کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش برپا کر پا کر کے عثمان کو قتل کر دیں گے (ابن عبدالبر الاستیعاب) مگر بدقسمتی

سے خلیفہ ثالث حضرت عثمان اس معاملے میں معیار مطلوب کو قایم نہ رکھ سکے ان کے عہد میں بنی اُمیہ کو کثرت سے بڑے بڑے عہدے اور بیت المال سے عطیے دے گئے۔ اور دوسرے قبیلے اسے تلخی کے ساتھ محسوس کرنے لگے (طبقات ابن سعد ج ۳) حضرت عثمان نے حصول خلافت کے موقعہ پر سیرت شیخین پر کاربند رہنے کا جو عہد کیا تھا اسکو یکلخت فراموش کر دیا اور فرماتے ہیں عمر خدا کی خاطر اقربا کو محروم کرتے تھے میں خدا کی خاطر اپنے اقربا کو دیتا ہوں، ابوبکر و عمر بیت المال کے معاملے میں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ خود بھی خستہ حال رہیں اور اپنے اقربا کو بھی رکھیں مگر میں ایسا نہیں کرتا صلہ رحمی پسند کرتا ہوں" (پھر بھی وہ مسند خلافت پر جمے رہے) (کنز العمال جلد ۵ طبقات ابن سعد جلد ۳) اس طرح حضرت عثمان شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر) کی پالیسی سے ہٹتے چلے گئے اور پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عہدے عطا کئے۔ اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات لیکن جو عام طور پر لوگوں میں ہدف تنقید یں کر رہیں مثال کے طور پر انھوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا۔ (ابن اثیر) ایک روایت کے مطابق آفریقہ کی پہلی جنگ کا خمس (خمس کس کا حق ہے اس کی تفصیل آئندہ دیکھئے) عبداللہ ابن سعد کو عطا کیا اور دوسری جس میں آفریقہ کا پورا علاقہ فتح ہوا اس کا خمس مروان کو عطا فرما دیا" (الکامل فی التواریخ) اب ملاحظہ فرمائیے حضرت عثمان نے حضرت عمر کے مقرر کردہ

حاکموں کو معطل کر کے اپنے قبیلہ کے افراد کو مقرر فرمایا انکی مختصر فہرست حضرت سعد بن ابی وقاص کو معزول کر کے کوفہ کی گورنری پر اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر فرمایا۔ اور اس کے بعد یہ منصب اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاص کو دیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو ان کی جگہ مامور کیا۔ حضرت عمرو بن العاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا حضرت معاویہ عمر فاروق کے زمانے میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے حضرت عثمان نے اُن کی گورنری میں دمشق، حمص، فلسطین، اُردن اور لبنان کا پورا علاقہ جمع کر دیا پھر اپنے چچا زاد بھائی مرواں بن الحکم کو انھوں نے اپنا سکریٹری بنا لیا جس کی وجہ سے سلطنت کے پورے درو بست پر اس کا اثر و نفوذ قائم ہو گیا۔ اس طرح ایک ہی خاندان میں سارے اختیارات جمع ہو گئے۔ (حافظ ابن الکثیر، البدایہ والنہایہ) جن لوگوں کو یہ عہدے عطا کئے گئے وہ سب طُلَقَا تھے (یعنی آزاد کردہ فتح مکہ کے موقعہ پر جنہیں رسول اللہ نے بجائے قتل کرنے کے آزاد کر دیا تھا) طُلَقَا سے مراد وہ خاندان ہیں جو آخر وقت تک نبیؐ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور دعوتِ اسلامی کے مخالف رہے فتح مکہ کے بعد حضور نے ان کو معافی دیدی۔ اور وہ

اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت معاویہ، ولید بن عقبہ مروان بن الحکم
ان ہی معافی یافتہ خاندانوں کے افراد ہیں۔ عبداللہ بن ابی سرح تو مسلمان
ہونے کے بعد مرتد ہو چکے تھے۔ رسول اللہ نے فتح مکہ کے موقعہ پر جن لوگوں کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگر خانہ کعبہ کے پردوں
میں بھی لپٹے ہوئے ہوں تو انھیں قتل کر دیا جائے یہ ان میں سے ایک
تھے حضرت عثمان انھیں لیکر اچانک حضور کے سامنے پہنچ گئے لیکن حضور
نے ان کو دیکھکر منہ پھیر لیا جب دوسری طرف یہ آئے تو پھر سرکار
دوعالم نے اپنا رخ پھیر لیا تیسری مرتبہ حضور نے معاف فرما دیا جب یہ
چلے گئے تو آپ نے موجود اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اسکو
قتل کیوں نہ کر دیا جبکہ میں دو مرتبہ اس سے منہ پھیر چکا اور ایسے لوگوں
کے قتل کا حکم دے چکا تھا۔ اب ذرا مروان بن الحکم سے بھی تعارف کرادیں
مروان کا باپ حکم بن ابی العاص جو حضرت عثمان کا چچا ہوتا تھا فتح مکہ کے
موقعہ پر مسلمان ہوا تھا اور مدینہ آکر رہ گیا تھا مگر اس کی بعض حرکات
کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اسے مدینہ سے نکال دیا
تھا۔ اور طائف میں رہنے کا حکم دیا تھا ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں
اسکی ایک وجہ یہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے اکابر
صحابہ کے ساتھ راز میں جو گفتگو فرماتے تھے ان کی کسی نہ کسی طرح سن گن لیکر

وہ انھیں افشاں کر دیتا تھا۔ اور دوسری وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ کی نقلیں اتارا کرتا تھا حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضور نے خود اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا۔ (الاستعیاب جلد ۱) ایک اور وجہ یہ بیان کیگئی ہے کہ سرکار دو عالم نے سورۂ آل عمران لکھوایا تو اس نے بجائے آل عمران کے آل مروان لکھوا دیا بہر حال کوئی سخت قصور ایسا تھا جسکی بناء پر یہ معتوب ہو کر شہر بدر کر دیا گیا۔ بعد وصال سرور کونین جب حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے تو حضرت عثمان نے اُن سے اسکی سفارش کی لیکن انھوں نے انکار کر دیا اور مزید تین فرسخ دور کر دیا اسکے بعد جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو پھر حضرت عثمان نے اُن سے سفارش کی مگر انھوں نے بھی ان کی سفارش منظور نہ کی اور مزید تین فرسخ دور کر دیا لیکن جب خود حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو انھوں نے الحکم اور مروان دونوں کو مدینہ بلوا لیا اور مروان کو اپنا سکریٹری بنا لیا جبکہ حکم اس کے ساتھ تھا۔ عامتہ المسلمین یہ بات کیسے گوارا کرتے کہ معتوب رسول اللہ اور اُس کا بیٹا خلافت میں دخیل ہو جائیں۔ پاکیزہ ترین اسلامی معاشرے میں ان جیسے بداعمال و بدکردار افراد کو اعلیٰ ترین مناصب پر فائز کرنا کیسا تاثر پیدا کریگا اس کا اندازہ محترم قارئین خود فرمائیں۔ اب ذرا حضرت ولید بن عقبہ کے حالات سُنئے یہ حضرت بھی فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ نے ان کو نبی

المُصطَلِقَ کے صدقات وصول کرنے کے لئے مامور فرمایا مگر یہ اس قبیلہ میں پہنچ کر ڈر گئے اور لوگوں سے ملے بغیر مدینہ واپس جا کر رپورٹ دی کہ بنی المُصطَلِقَ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور مجھے مار ڈالنے پر تل گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس پر غضب ناک ہوئے اور آپ نے ایک فوجی مہم روانہ کر دی قریب تھا کہ ایک سخت حادثہ پیش آجاتا لیکن بنی المُصطَلِقَ کے سرداروں کو بروقت علم ہو گیا اور انھوں نے مدینہ حاضر ہو کر عرض کی کہ یہ صاحب تو ہمارے پاس آئے ہی نہیں ہم تو منتظر ہی رہے کہ کوئی افسر ہم سے زکواۃ وصول کرے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس ترجمہ " اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو تحقیق کر لو کہیں ایسا نہو کہ تم کسی قوم کے خلاف ناواقفیت میں کوئی کاروائی کر بیٹھو اور اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ " (الحجرات ۲۶) حضرت عمر کے آخر زمانے میں وہ الجزیرہ کے عرب علاقے پر جہاں بنی تغلب رہتے تھے عامل مقرر کیا ۲۵ھ میں حضرت عثمان نے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاص کی جگہ کوفہ جیسے بڑے اور اہم صوبے کا گورنر مقرر فرما دیا وہاں یہ راز فاش ہوا کہ یہ حضرت شراب نوشی کے عادی ہیں۔ حتیٰ کہ انھوں نے صبح کی نماز چار رکعت پڑھادی اور پھر پلٹ کر لوگوں سے پوچھا اور پڑھادوں (البدایہ النہایہ' الاستیعاب) جب ولید بن عقبہ کوفے کی طرف کی گورنری کا پروانہ لیکر حضرت سعد بن ابی وقاص کے

پاس پہنچا تو انھوں نے فرمایا" معلوم نہیں ہمارے بعد تو زیادہ دانا ہو گیا یا ہم تیرے بعد زیادہ احمق اس نے جواب دیا ابو اسحاق ناراض ہوں یہ تو بادشاہی ہے۔ صبح کوئی مزے لوٹتا ہے تو شام کوئی" ہم نے یہاں ولید بن عقبہ کے دلی جذبات اسلئے بیان کئے ہیں کہ ناظرین اندازہ فرمالیں کہ یہ اسلامی حکومت کے نمائندے ہیں جو خلافت کو بادشاہت سمجھتے ہیں جب ان بزرگوار کی شراب نوشی اور دوران نماز محراب عبادت میں قے کر دینے کی اطلاع مدینہ پہنچی تو حضرت عثمان نے فرمایا انشاءاللہ ہم انھیں سزا دیں گے لیکن ایک عرصے تک ٹالتے رہے پھر جب ان کے سگے بھانجے عبیداللہ بن عدی بن خیار نے مدینہ جاکر اپنے ماموں جان سے پوری روداد بیان کی اور حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام حمران نے گواہی دی، ایک دوسرے گواہ صعب بن جثامہ نے شہادت دی اور کہا کہ ولید نے ان کے سامنے شراب کی قے کی تھی (ان کے علاوہ چار اور گواہ ابوزینب، ابو مورع" جندب بن زہیر الازدی اور سعد ابن مالک الاشعری ابن حجر کے بیان کی تصدیق کی تب حضرت عثمان نے فرمایا کہ ولید پر حد جاری کیجائے لیکن ولید نے کہا کہ خلیفہ وقت بھی ایک زمانے میں اسی جرم کے مرتکب رہ چکے ہیں لہٰذا وہ حد جاری نہیں کر سکتے اس پر

حضرت عثمان نے حضرت علیؑ سے درخواست کی کہ آپ حد جاری فرمائیں حضرت علیؑ نے اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کو حکم دیا کہ اسے چالیس کوڑے لگائے جائیں (بخاری کتاب المناقب، مسلم کتاب الحدود باب حد الخمر) اب ہم اگر مورخ اعظم وکیل بنی امیہ مدح خواں ابو سفیان و معاویہ حضرت مولانا مولوی سید ابو الحسین ندوی (اموی) سے دست بستہ گذارش کریں کہ حضور ذرا یہ تو فرمائیں کہ حضرت عثمان نے اپنے پیش رو خلیفہ جن کی سیرت پر عمل کرنے کا وعدہ کر کے خلافت حاصل فرمائی تھی یہ اقربا پروری و قبیلہ نوازی کیوں فرمائی اور اس طرح اسلام کو غیروں کی نظروں میں کیوں ذلیل کروایا تو وہ بڑے تنڈے انداز میں فرمائیں گے کہ "اگرچہ والیوں اور امراء کے انتخاب کے سلسلہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بہت سی تاویلات کی جا سکتی ہیں اور وہ حق بجانب ہوں گی لیکن ان کو کلیتہً خطا سے معصوم نہیں سمجھتے بلکہ ہم ان کو مجتہد سمجھتے ہیں جو کبھی صحیح کام کرتا ہے۔ اور کبھی اس سے اجتہادی غلطی بھی ہو جاتی ہے" یہ جملے ہم نے مولوی ندوی صاحب سے منسوب کر کے اپنی طرف سے نہیں کہیں ہیں بلکہ موصوف نے المرتضیٰ ص۱۱۲ پر جو تحریر فرمایا ہے اسے نقل کر رہے ہیں" اب ہمیں کوئی بتائے کہ ہم اس "اجتہادی کا سہرا" کو کیسے توڑیں۔ اب ہم باب پنجم المرتضیٰ

پر اپنا تبصرہ ختم کرتے ہیں۔

مولوی ابوالحسن علی ندوی صاحب نے باب پنجم کے آخری صفحات میں حضرت عثمان کا محصول) ہونا اور حضرت علیؑ اور حسنین علیہم السلام کا ان کے لئے غذا اور پانی پہنچانا اور اس دوران حضرت امام حسن کا زخمی ہونا تفصیل سے تحریر فرمایا ہے تاکہ پڑھنے والے یہ سمجھیں کہ علیؑ و اولاد علیؑ کا خلیفہ سوم حضرت عثمان سے کتنا مخلصانہ برتاؤ تھا۔

یہ حضرت علی ابن ابی طالب کی سیرت مبارکہ کی معرفت نہ رکھنے کا سبب ہے ایک ڈاکٹر کے پاس اگر اس کا سخت ترین دشمن کبھی آئے تو ڈاکٹر اپنے پیشہ کی نزاکت کے تحت اس مریض کو اپنی قابلیت کے مطابق بہترین اور زود اثر دوا تجویز کرے گا۔ یہ عام انسانوں کی بات ہے جو نفس خدا و نفس رسولؐ ہو اس سے توقع کہ وہ صرف بر بنائے تعلقات مشورہ و مدد سے سرفراز کریں گے کتنا احمقانہ تصور ہے ارے علیؑ نے تو اپنے قاتل کو تک شربت سے نوازا۔ بنی اُمیہ کے خلفاء نے تو اپنے مخالف اور جنگ کرنے والی ہستی کو بعد فتح مردہ مخالف کو قبر سے نکال کر سولی دی۔ اب ہم حصہ اول ختم کر رہے ہیں انشاء اللہ بشرط حیات و ساز گار حالات بہت جلد حصہ دوم پیش کریں گے اور شاید ضخامت میں حصہ دوم کچھ زیادہ ہو جائے اس لئے کہ مصنف المرتضیٰ نے ششم تا دہم ابواب میں راست عقائد شیعہ پر حملہ فرما دیا ہے لہٰذا اس کا دفاع بھی کرنا ہے اور حقیقی حالات سے قارئین کو واقف کرانا ہے۔

فقط
فقیر در علی شاہد حیدر آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحق مع علیؑ

حصہ اول

از نجم البیت حضرت شاہد حیدری

مرتضیٰ مصنفہ مولوی سید ابوالحسن علی ندوی

پر

نقد و تبصرہ

(صادق)

ناشر:— (مولانا) سید ہادی باقری صدر
ادارہ نشریات علوم آل محمد (حال مقیم امریکہ)